استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)
ماہنامہ
بنات اہلسنت
لاہور
جلد نمبر 1
جون 2010ء
شمارہ 6
مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
ایک کہانی بڑی پرانی
فلسطینیوں کی مدد کریں
ڈرائیو منیجر
دلچسپ و عجیب
Indica V2
ناشر
احناف میڈیا سروس
AMS

جلد نمبر 1	جولائی 2010ء	شمارہ 7

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زرتعاون

-/240 روپے

www.islahunnisa.com
islahunnisa@gmail.com

خط وکتابت
دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور
042 36185019

ایک نظر میں

پانچ بیماریاں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **وَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَاابتلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَه‘......الخ**

ترجمہ: جس وقت انسان کو اس کا رب آزماتا ہے تو اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو انسان کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی......

تشریح: سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جب اس پر رزق کی تنگی آجائے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی۔ یہ ناشکری اور بے صبری کی پہلی بیماری ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری بیماری کو ذکر فرماتے ہیں کہ یہ انسان یتیموں کا احترام نہیں کرتا۔ آج ہمارے معاشرے میں یتیم لوگوں کو کس نگاہ سے دیکھا جارہا ہے؟ بعض دیندار بہنیں بھی ان سے وہ سلوک کرنے لگی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ تیسری بیماری اللہ تعالیٰ نے یہ گنوائی کہ مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے۔ مساکین کو کھانا نہ کھلانا بھی انسان میں ایک روحانی بیماری ہے جس کا اثر یہ نظر آتا ہے کہ بعض غیر مسلم دینی ادارے اس بہانے سے مسلمانوں کو ورغلا کر بے دین کر رہے ہیں حالانکہ یہ اصل مسلمانوں کی ذمہ داری تھی اس پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چوتھی بیماری مال میراث میں بے احتیاطی ہے کہ ورثاء کو ان کا حق نہیں دیا جاتا ان کو محروم کیا جاتا ہے عام طور پر ہمارے معاشرے میں بہنوں کو مال میراث نہیں دیا جاتا جو کہ بہت بڑا روحانی مرض اور معاشرتی گناہ ہے اور پانچویں بیماری جو ان سب بیماریوں کی جڑ ہے وہ ہے **تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا** کہ مال سے بہت زیادہ محبت ہے انسان کو چاہیے کہ وہ ان تمام بیماریوں سے خود کو دور رکھے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین
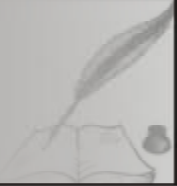
دنیا کی محبت:

سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے حُبُّ الدُّنیَارَأْ سُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ

ترجمہ: دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

تشریح: میں آج ایک اہم سوال کا جواب جو عموماً ہمارے اذہان میں رچا ہوا ہے اس کو ذکر کے بات سمجھاؤں گا کہ دنیا کی محبت کہتے کسے ہیں؟ بعض مائیں اور بہنیں......مرد حضرات بھی...... یہ سمجھتے ہیں کہ مال کا جمع کرنا، رزق حلال کمانا، بینک بیلنس اکٹھا کرنا، خوبصورت گھر بنوانا، اولاد کی سہولت کے لیے عمدہ اشیاء خریدنا وغیرہ وغیرہ یہ دنیا کی محبت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ دنیا کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جب وہ دل میں آئے تو اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔ خواہ وہ مال کی صورت میں ہو یا......اقتدار کی صورت میں، خواہ کم ہو یا زیادہ، وہ سب دنیا کی محبت ہے۔

ہاں! اگر مال وزر تو ہے، کار، کوٹھی، بنگلہ ہے، جائیداد ہے، بزنس، کاروبار اور تجارت وزراعت ہے لیکن انسان اپنے خدا کی یاد سے غافل نہیں بلکہ اپنے رب کے احکامات پر عمل پیرا ہے اور اخلاق رذیلہ سے بچتا ہے اور مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو اس کا مال، جائیداد، کار، کوٹھی، بنگلہ اور کاروبار ہرگز وہ دنیا نہیں جس کی مذمت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔

اس لیے پیسہ کمانا بھی عبادت ہے بشرطیکہ طریقہ حرام نہ ہو، تاکہ انسان کسی کا دست نگر بن کر نہ رہے بھیک مانگنے والے اللہ کے دربار میں معزز نہیں ہوتے۔ اللہ ہم سب کو اپنے احکامات پر نبی آخرالزمان ﷺ کے طریقے کے مطابق چلنے کی توفیق دے اور عقل سلیم عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

مالک ارض وسما کے بے پایاں انعامات کا شکر کیونکر ادا ہو جس نے ہماری کاوشوں کو اپنے فضل وکرم سے قبولیت سے نوازا، بے شک وہ بہت نوازنے والا ہے۔ تعلیمی اداروں میں موسم گرما کی تعطیلات کے ساتھ ہی ملک کے طول وعرض میں صراط مستقیم کورسز کا آغاز ہو گیا، ہمارے مخلص رفقاء کی شبانہ روز انتہائی محنت نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ بحمد اللہ تعالی کراچی، لاہور، پشاور، راولپنڈی اور فیصل آباد جیسے گنجان آباد شہروں سے لے کر دور دراز کے دیہاتوں تک اس کورس کو پڑھانے کے لیے مراکز قائم ہوئے۔

اسکولز، کالجز، مدارس، مساجد، گھر، بیٹھکیں، ڈیرے کون سی ایسی جگہ ہے جہاں تعلیم وتعلم کی یہ محفلیں نہ جمائی گئیں۔ ہماری بہنوں کی دلچسپی اور توجہ کا یہ عالم کہ اس مرتبہ خواتین کے حلقہ جات کی تعداد مردوں سے کہیں بڑھ گئی۔ مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کے منتظمین کو صراط مستقیم کورس کی کتب کے لیے تقاضوں پر تقاضے آرہے تھے اور یہ حضرات مسرت بھری حیرانی میں گم تھے کہ کیا کریں؟ جتنی کتب چھپوائی جاتیں فوراً ختم اور تقاضے بدستور! اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کریں ''احناف میڈیا سروس'' کی باہمت ٹیم کو جنہوں نے دن رات میں فرق روا رکھے بغیر صراط مستقیم کورس کی کتب، اشتہارات اور متعلقہ مواد کو طباعت واشاعت کے مراحل سے گزار کر باوقت ہر جگہ پہنچانے کا انتظام کیا۔ تادم تحریر تقاضے جاری ہیں اور ان باہمت، مخلص اور قابل رشک نوجوانوں کی محنت وکاوش بھی!

علم دین سیکھنے سکھانے کی ان مبارک محفلوں میں اسکولز، کالجز اور یونیوسٹیز کے طلبہ وطالبات کے ساتھ ساتھ سفید ریش بزرگ اور عمر رسیدہ خواتین بھی شریک ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ

دین دیکھنا سکھانا کسی خاص عمر کا پابند نہیں کہ ہمارے حبیب پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے:

"اطلبو العلم من المهد الى اللحد."

کہ ماں کی گود سے لے کر قبر کے کناروں تک علم حاصل کرو۔

ہمارا ریکارڈ بتا رہا ہے کہ اس سال ملک بھر میں ایک ہزار سے زیادہ مقامات پر یہ کورس منعقد ہو رہا ہے جب کہ گذشتہ سال یہ تعداد تقریباً 850 تھی۔ یہ بڑھتی ہوئی تعداد جہاں اس کورس کی عنداللہ مقبولیت پر دلیل اور ہمارے قلوب کے اطمینان کا باعث ہے تو دوسری طرف ہمارے ان دوستوں کے لیے دعوت فکر کا سامان بھی ہے جو صبح شام یہ کہتے نہیں تھکتے کہ "جی! لوگوں میں دین پڑھنے پڑھانے کا جذبہ ہی نہیں رہا کیا کریں کوئی پڑھنے ہی نہیں آتا، جی ہمارے پاس کون آئے گا دینی باتیں سیکھنے؟؟ وغیرہ......" ہم ان تمام احباب کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ مایوسی سے باہر نکلیں، کمر ہمت باندھیں اور دین کو سیکھنے سکھانے کا جو جذبہ ہمارے لوگوں خصوصاً ہماری بہنوں میں ہے اس کو خداوندِ ذوالجلال کا انعام عظیم سمجھتے ہوئے یہ عہد کریں کہ جو وقت گذر گیا اس کی تلافی کریں گے۔

یاد رکھیے! اب بھی وقت ہے موسم گرما کی تعطیلات ابھی نصف سے زیادہ باقی ہیں آئیں ہمارے ساتھ مل کر اپنے پیارے نبی کے دین کو ان لوگوں تک پہنچائیں جو اس کے پیاسے تو ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس کی اصل صورت میں اسے کہاں سے حاصل کریں۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

صراط مستقیم کورس کو کتابی شکل میں منگوانے اور دیگر تفصیلات کے لیے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

0332-6311808،0346-7357394

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی محنت کے لیے قبول فرمائیں۔

فلسطین میں گرتی لاشوں کا نوحہ لکھوں یا آزادی کے بیڑے پہ اسرائیلی گِدھوں کے حملے کا ذکر کروں ......اندیشے لاکھ ہیں اور بے چین دل ایک......آج 62 سال کی آبلہ پائی کے بعد بھی تا حد نگاہ منزل نظر نہیں پڑتی۔ 1945 سے 31 مئی 2010 تک امت مسلمہ اپنی روح کے زخموں کو اشکوں سے دھو رہی ہے۔ برسوں پر محیط فریادوں اور نالوں کا یہ سفر آج بھی جاری ہے۔سوال یہ ہے کہ آخر حتمی حل کیا ہے؟ آیئے تاریخ کے تناظر میں اس کا جواب تلاشتے ہیں:

31 مئی کو اسرائیلی درندگی پر ساری دنیا لاوا بن کر پھٹ پڑی۔غم و غصے سے بپھرے لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ نہتے امدادی قافلے پر مسلح اسرائیلی غنڈوں کی دہشت گردی نے تمام عالمی تنظیموں کو ہلا کر رکھ دیا۔اقوام متحدہ، عرب لیگ اور یورپی یونین تک نے اس کھلی جارحیت کی مذمت کی۔ اقوام متحدہ میں مذمتی قرارداد پیش ہوئی تو امریکا آڑے آگیا۔ 20 بے گناہ لاشوں کو فراموش کر کے ترکی سے مذمتی الفاظ نرم کرنے کا مطالبہ کرنے لگا۔ بات مان لی گئی مگر دنیا پر ایک بار پھر واضح ہو گیا کہ یہودی عیسائی گٹھ جوڑ کس قدر مضبوط ہے۔لیکن اس کا دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے۔اسرائیل، امریکا تعلقات میں جتنی دراڑیں آج پڑ چکی ہیں اتنی کشیدگی پہلے کبھی نہ تھی۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ کچھ ہی عرصہ قبل اسرائیل نے امریکی نائب صدر جو بائیڈن کے منہ پر طمانچہ رسید کیا تھا۔ وہ اوباما کی ہدایت پر اسرائیل فلسطین مذاکرات کرانے پہنچے ہی تھے کہ اسرائیل نے 1600 نئے مکانات کی تعمیر کا اعلان کر دیا۔ بائیڈن کی توہین پر اوباما نے بھی نیتن یاہو کو وائٹ ہاوس بلا کر جھڑکی پلائی۔ اسرائیل کہاں نچلا بیٹھنے والا تھا اس نے بھی اوباما کو اشاروں کنایوں سے باور کرا دیا کہ مختصر مدت کے لیے حاکم بننے والے کبھی ملکوں کے تعلقات خراب نہیں کیا

کرتے۔شنید ہے کہ اس کے بعد سے ہیلری کلنٹن اور اوباما اندر ہی اندر کھول رہے ہیں۔ دوسری طرف امریکی فوج کے چیف آف اسٹاف مائیک مولن بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے پر سٹپٹائے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف امریکا کے قریب ترین حلیف اور دوست عرب ممالک میں بھی اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے۔سعودی عرب سے شام و متحدہ عرب امارات تک کی بے چینی امریکا سے مخفی نہیں ۔ اسی طرح اسرائیلی کارروائی کے بعد پوری دنیا سراپا احتجاج بن گئی۔سویڈن کے مشہور مصنف ہینگ مینکل کا کہنا ہے کہ دنیا میں اسرائیل پر کبھی بھی اتنی زیادہ تنقید نہیں ہوئی جتنی آج ہو رہی ہے۔امریکا تک میں زبردست مظاہرے کیے گئے۔ان مظاہروں میں بہت سے یہودی بھی نعرہ بازی کرتے دیکھے گئے۔مظاہروں میں جس بڑے پیمانے پر دنیا بھر میں اسرائیل اور امریکا دوستی کو ہدف تنقید بنایا گیا، اس نے بھی اوباما کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اوباما کے لیے تو یہ احساس ہی سوہان روح بنا ہوا ہے کہ وہ ابھی دنیا بھر کو رام کرنے کے لیے امن کا نیا پیغام دے کر خاموش نہیں ہوتے کہ اسرائیل سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتا ہے۔پچھلی مرتبہ مصر کی تقریر کے فوری بعد اسرائیل نے نئی تعمیرات شروع کر دیں اور اس بار عالم اسلام کے لیے پیغام مکمل ہوا تھا کہ نئی ''کھکھیڑ'' ڈال دی گئی۔اس مرحلے پر اگر عالم عرب ذرا سی ہمت دکھائے تو با آسانی غزہ کا محاصرہ ختم کرایا جا سکتا ہے۔عالم عرب کو ترکی کی تقلید کرنی چاہیے ۔ اسرائیلی کمانڈوز نے اس جہاز کو نشانہ بنایا تھا جس پر ترک باشندے سوار تھے۔ مرنے والوں میں بھی اکثریت انہی ترکمان سخت کوشوں کی تھی۔طیب اردگان اور ان کے دوستوں نے اسرائیلی حملے کا مطلب سمجھ لیا اور اس کا جواب بھی اسی شدت کے ساتھ دے رہے ہیں۔ترکی نے اقتصادی اور دفاعی تعلقات میں کمی کا اعلان کر دیا ہے۔اس مہم میں عالم عرب بھی ترکی کے شانہ بہ شانہ چلے تو اسرائیلی غرور خاک میں ملانا بہت آسان ہوگا۔

پھر یہ بات بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ امریکا دنیا بھر سے ٹکرا سکتا ہے مگر اپنے عوام کا

مطالبہ کبھی مسترد نہیں کرسکتا۔اس مرحلے پر لوہا پہلے سے ہی گرم ہے اگر امریکی عوام کو ذرا سا جھنجھوڑا جائے تو امریکا اسرائیل دوستی کی نیّا ہمیشہ کے لیے ڈبوئی جاسکتی ہے۔امریکی عوام کو سڑکوں پر لانے کے لیے میڈیا سے وابستہ لوگوں کو میدان میں آنا ہوگا۔یوٹیوب،ٹویٹر اور دیگر مشہور ویب سائٹس پر اسرائیلی درندگی کے مناظر کی تصاویر، ویڈیو اور دیگر ناقابل تردید ثبوت زیادہ سے زیادہ پھیلائے جائیں۔اگرچہ اسرائیلی کمانڈوز نے کیمرے جام کردیے تھے اور واقعے کے بعد ویڈیو سے تمام وحشت ناک مناظر نکال دیے لیکن چند تصاویر پھر بھی منظر عام پر آگئی ہیں۔

آخر میں ایک اچھی خبر بھی کہ ایک بار پھر غزہ کے باسیوں کے لیے امدادی بحری جہازوں کا قافلہ تیار کیا جارہا ہے۔اس مرتبہ کچھ عیسائی تنظیمیں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں اور قافلے میں چھ سات جہازوں کے بجائے سینکڑوں کشتیاں شامل ہوں گی۔جب یہ کارواں سوئے فلسطین گامزن ہوگا تو اسرائیلی بے بسی کا منظر دیدنی ہوگا۔عالم اسلام کو بھی ہمت ہار کر بیٹھنے کے بجائے ایسے نئے قافلے کی تیاری شروع کردینی چاہیے۔یہ بھی سنتے جایئے کہ بڑھتے عالمی دباؤ کے سامنے اسرائیل بہت جلد گھٹنے ٹیکنے والا ہے۔وہ دن دور نہیں جب غزہ کا محاصرہ ختم کردیا جائے گا۔ان شاءاللہ

مٹھائی

(صائمہ حفیظ، گوجرانوالہ)

شیخ سعدی رحمہ اللہ کو ان کے والد نے بچپن میں انگوٹھی خرید کردی۔شیخ صاحب کہیں اکیلے کھیل رہے تھے کسی اچکے نے مٹھائی کا لالچ دے کر انگوٹھی اتارلی۔والد نے سنا تو کہا:

''بیٹا!اتنی قیمتی انگوٹھی ایک پیسے کی مٹھائی کی خاطر کھودی، خیر جو ہوا سو ہوا، مگر میری بات یاد رکھو، جس طرح میں نے تمہیں انگوٹھی دی، اسی طرح اللہ تعالی نے تمہیں ایک موتی دیا ہے، جس کا نام "انسانیت" ہے۔دنیا کی چھوٹی چھوٹی لذتیں مٹھائی کی طرح ہیں، جو شیطان ایک اچکے کی طرح لیے پھرتا ہے، تاکہ وہ لذتیں تھما کر موتی تم سے چھین لے۔خبردار! یہ موتی مت گنوانا۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا نام ہند، ام سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے:

ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

آپ کی والدہ بنو فراس قبیلہ سے تھیں اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

عاتقہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان ابن فراس۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد بہت فیاض تھے سفر میں جاتے تو تمام قافلے والوں کی کفالت خود کرتے اس لیے "زاد الراکب" کے خوبصورت لقب سے مشہور تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان ہی کی آغوش تربیت میں نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی۔

آپ کا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ سے ہوا جو ابوسلمہ کے نام سے مشہور تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں، اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں کچھ زمانہ تک ایام کر کے مکہ واپس آئیں اور یہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت مدینہ کا سبق آموز واقعہ:

ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ ہجرت کرنا چاہتی تھیں ان کا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ نے مزاحمت کی تھی اس لیے حضرت ابوسلمہ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے اور یہ اپنے گھر واپس آ گئیں تھیں۔ ادھر سلمہ کو ابوسلمہ کے خاندان والے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چھین لے

گئے ۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف میں اور اضافہ ہوگیا چنانچہ روزانہ گھبرا کر گھر سے باہر نکل جاتیں اور ابطح نامی جگہ میں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں سات آٹھ دن تک یہ حالت رہی اور خاندان کے لوگوں کو احساس تک نہ ہوا۔ایک دن ابطح سے ان کے خاندان کا ایک شخص نکلا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بھر آیا۔گھر آکر لوگوں سے کہا کہ اس غریب پر کیوں ظلم کررہے ہو اس کو جانے دو اور اس کا بچہ اس کے حوالے کردو۔اس شخص کی یہ مخلصانہ کوشش کام آگئی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جانے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ اپنے بچے کو گود میں لیکر اونٹ پر سوار ہوگئیں اور مدینے کا راستہ لیا۔

چونکہ وہ بالکل تنہا تھیں، کوئی مرد ساتھ نہ ساتھ نہ تھا،مقام تنعیم میں عثمان بن طلحہ (کلید برادر کعبہ) کی نظر پڑی تو بولے کہ کدھر کا قصد ہے؟ فرمایا مدینہ کا۔ پوچھا کوئی ساتھ بھی ہے؟ جواباً فرمایا خدا اور یہ بچہ۔عثمان نے کہا تم تنہا نہیں جاسکتیں میں لیکر چلوں گا یہ کہہ کر اونٹ کی پکڑی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بیٹھنے کا کہا اور سفر شروع ہوگیا، راستہ میں جب کہیں ٹھہرتا تو اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کے نیچے چلا جاتا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اتر پڑتیں، روانگی کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر ہٹ جاتا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہتا سوار ہو جاؤ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا شریف النفس انسان کہیں نہیں دیکھا۔ بہرکیف مدینہ پہنچ گئے وہاں حضرت ام سلمہ اپنے شوہر کے پاس چلی گئیں اور عثمان واپس مکہ چلا گیا۔

وفات حضرت ابوسلمہ اور نکاح ثانی:

کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا۔حضرت ابوسلمہ بڑے شہ سوار تھے، بدر اور احد میں شریک ہوئے غزوہ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمے سے جانبر نہ ہوسکے۔ چنانچہ جمادی الثانی سن 4ھ میں زخموں کی تاب نہ لاکر راہی راہ وفا ہوگئے ۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں ۔وضع حمل کے بعد عدت گذارنے کے بعد حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لیکر حاضر ہوئے اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے کچھ عذر ہیں۔

(۱) میں سخت غیور عورت ہوں (۲) صاحب عیال ہوں (۳) میری عمر زیادہ ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام اعذار خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمائے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے عمر سے کہا میرا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلام سے میرا نکاح کرو۔ شوال سن 4 ھ کے اخیر میں یہ تقریب انجام پائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی جدائی کی وجہ سے جو صدمہ پہنچا تھا خداوند قدوس نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا۔

فضل وکمال:

علمی حیثیت میں اگر چہ تمام ازواج مطہرات بلند مرتبہ تھیں تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض کیا تو اس کو اسی وقت توڑ ڈالا۔ ہر مہینے میں تین دن پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھتی تھیں، ہر وقت ثواب کی تلاش میں رہتی تھیں۔ سخاوت میں اپنی مثال آپ تھیں اس کے علاوہ کئی صفات کی جامع تھیں۔

وفات:

جس سال حرہ کا واقعہ ہوا یعنی 63ھ میں اسی سال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۸۴ برس تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سوز و فراق و آتشِ ہجراں کی بات کر
یاد نبی میں دیدۂ گریاں کی بات کر

ہوش و حواس و صبر و نظر سب ہوئے نثار
اے دل سنبھل کے جلوۂ جاناں کی بات کر

دل کا صدق ہے تشنۂ لطف وکرم ابھی
اے آنکھ! کچھ تو قطرۂ نسیاں کی بات کر

غربال پا ہوں جادۂ الفت میں اے جنوں
اب تو نہ دشت و خار و مغیلاں کی بات کر

کر ذکر کچھ تو سید خیر الانام کا
بہر خدا رسولِ رسولاں کی بات کر

لرزاں ہیں جس سے قیصر وکسری کے تخت وتاج
اس بوریا نشیں شہِ ذیشاں کی بات کر

جل جائے جس سے خرمن عصیاں بیک نظر
میرے نبی کی رحمت سوزاں کی بات کر

اک چاندنی سی دل کے صحن میں ہے کھل گئی
یاد نبی کے ماہ درخشاں کی بات کر

عرش بریں بھی طالب نعلین پاک ہے
گردوں نواز ہاشمی مہماں کی بات کر

ہم جتنے بھی اعداد لکھتے ہیں اور ان اعداد کے ذریعے بڑی سے بڑی رقوم کا حساب کرتے ہیں یا لمبے چوڑے حسابی مسائل حل کرتے ہیں ان کی بنیاد دس اعداد پر ہے یعنی نو اکائیاں **9...... 3 , 2 , 1** اور صفر "**0**"۔ اعداد کی جو شکل آج کل انگلش میں استعمال ہو رہی ہے یعنی **1,2,3** وغیرہ یہ اصل میں عربی اعداد ہیں اور اہل مغرب نے یہ اعداد عربوں سے لیے ہیں۔ جب یہ اعداد زیادہ مقبول اور عام ہو گئے تو عربوں نے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لیے ان اعداد کی جگہ ۴،۳،۲،۱ وغیرہ کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ عربی دنیا کی سب سے فصیح زبان ہے اور اس مبارک زبان میں کوئی حرف یا لفظ ایسا نہیں جس کوئی مخصوص پس منظر یا معنی نہ ہو۔ آپ نے کبھی سوچا کہ ایک کو "**1**" اور دو "**2**" اور تین کو "**3**" کی شکل میں ہی کیوں لکھا جاتا ہے؟ ایک کے لیے "**2**" اور تین کے لیے "**5**" کی علامت بھی تو مقرر کی جا سکتی تھی، پھر ایسا کیوں ہے؟ اس کی کوئی خاص وجہ؟ جی جناب! عربوں کے حسابی عمل **Algorithms** میں اسکی پوری منطق **Logic** موجود ہے۔ کیسے بھلا؟ بہت ہی سادہ اور آسان!!! آئیں آپ کو بتاتے ہیں:

آپ اگر ریاضی سے تھوڑی بہت مناسبت رکھتے ہیں تو زاویہ **Angle** کی تعریف سے واقف ہوں گے۔ جو قارئین یا قاریات نہیں جانتے ان کے لیے ہم بتلائے دیتے ہیں کہ تکونیات یعنی **Trigonometry** میں جو شکل دو اضلاع یا خطوط کے ایک ہی نقطہ پر باہم ملنے سے بنتی ہے زاویہ کہلاتی ہے۔ اب زاویہ کی درج ذیل اشکال کو دیکھیں یہ عربی اعداد کی بالکل ابتدائی اور اصلی اشکال ہیں۔

1 زاویہ
2 زاویے
3 زاویے
4 زاویے
5 زاویے
6 زاویے
7 زاویے
8 زاویے
9 زاویے
0 زاویہ
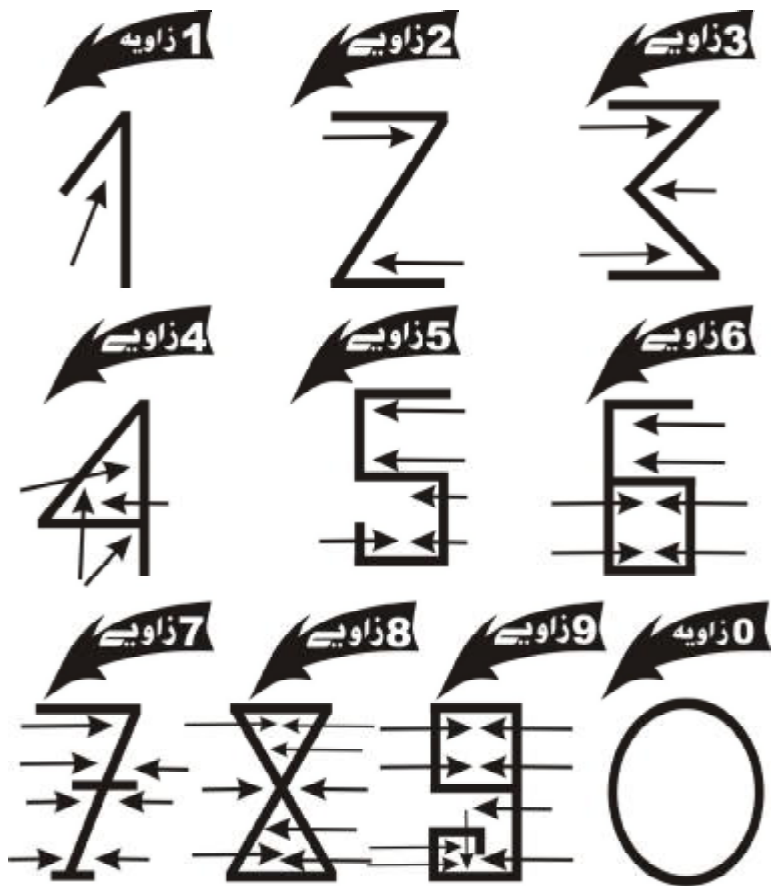
کہیے! کیسا رہا؟ ہے ناں مزے کی بات؟
آیئے اب اس مضمون سے یہ سبق لیتے ہیں کہ ہماری پیاری زبان عربی سب زبانوں کی سردار ہے، اور یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اس زبان کو سیکھنے کی پوری کوشش کریں گے اور لیجیے آخر میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ملاحظہ فرمائیں کہ

احبوا العرب لثلاث: لانی عربی، والقرآن عربی، وکلام اھل الجنۃ عربی.

عربوں سے تین وجوہات کی بنا پر محبت کرو: کیونکہ میں عرب ہوں، قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔

اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور پیدا فرما کر چھوڑ ہی نہیں دیا بلکہ اس کی ہر ضرورت پوری کرنے کا مکمل انتظام فرمایا۔ انسان دو چیزوں کا نام ہے ایک جسم دوسری روح، جسم کی تعلیم و تربیت کا کام اللہ نے عقل کے سپرد کیا ہے اور روح کی تعلیم و تربیت کا کام انبیاء کے سپرد کیا کیونکہ ہر انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ براہ راست اللہ سے اس کی مرضیات اور نامرضیات کا علم حاصل کر سکے اس لیے اللہ نے انسانوں میں سے کچھ مقدس ہستیوں کا انتخاب فرمایا اور انہیں یہ روحانی نظام عطا فرمایا کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اللہ کی رضا اور ناراضی سے واقف ہو جائیں اللہ کی طرف سے اس انتخاب کا نام اصطلاح شرع میں نبوت ہے جو صرف انتخاب خداوندی ہے بندے کے کسب و محنت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

کوئی شخص کثرت عبادت، محنت اور مجاہدوں سے نبی نہیں بن سکتا مگر صد افسوس ہے انیسویں صدی عیسوی میں صوبہ پنجاب گورداس پور کے قصبۂ قادیان میں پیدا ہونے والا غلام احمد قادیانی پر کہ وہ اپنے ولی ہونے کا جھوٹا دعوی تو کرتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ نبی ہونے کا صاف دعوی بھی کر دیا۔ حالانکہ عقیدہ ختم نبوت **100** آیات قرآنیہ، **220** سے زیادہ احادیث نبوی اور اجماع امت سے ثابت ہے حضور ﷺ نے احادیث متواتر میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا اور ختم نبوت کی ایسی تشریح فرمائی جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں کسی شک و شبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے بعض حریص انسانوں نے حسد اور جلن کی وجہ سے نبوت کے جھوٹے دعوے کرنے سے دریغ نہیں کیا، انہی

جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک مرزا غلام ہمارے دور کے انسانوں کے حصے میں آ گیا۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر جھوٹے مدعیان نبوت نا کام ہوئے مگر مرزا کا معاملہ حکومت برطانیہ کے سہارے کی وجہ سے الگ ہے۔ مرزا نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح شروع میں صاف صاف نبوت کا دعوی نہیں کیا کیونکہ ایسے مدعیان کا انجام اس کو معلوم تھا۔ اس نے بڑی چالا کی سے تدریجی انداز اپنایا پہلے خادم اسلام و مبلغ اسلام کے روپ میں ظاہر ہوا، پھر اپنے آپ کو مامور من اللہ بتایا، پھر مجدد ہونے کا اظہار کیا، پھر آگے بڑھ کر مہدی و مسیح ہونے کا دعوی کیا، مزید ترقی کر کے ظلی اور بروزی نبوت کا پروپیگنڈہ کرنے لگا آخر کار اصل منزل مقصود پر پہنچ کر مستقل اور صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کر کے اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کہنے لگا۔

محترم قارئین کرام! اسلام کے خلاف بہت سی تحریکیں وقتاً فوقتاً اٹھیں وہ یا تو اسلام کے نظام حکومت کے خلاف تھیں یا شریعت اسلامی کے خلاف لیکن قادیانیت درحقیقت نبوت محمدی ﷺ کے خلاف بغاوت اور ایک سازش ہے۔

قادیانیت کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ اسے مسلمانوں کا اندرونی دینی و علمی اختلاف اور انہیں مسلمانوں کا ایک خاص مکتبہ فکر خیال کیا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں! حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیت مسلمانوں سے الگ ایک خودساختہ مذہب ہے قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام زندگی کے ڈھانچے کے مقابلے میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے، وہ دین زندگی کے تمام شعبوں اور مطالبوں کی خود خانہ پری کرنا چاہتی ہے وہ اپنے پیرووں کو جدید نبوت اور جدید مرکز محبت وعقیدت، نئے روحانی مراکز اور مقدسات، نئے مذہبی شاعر، نئے مقتداء، نئے اکابر، نئ تاریخیں اور شخصیات عطا کرتی ہے اس وجہ سے قادیانیت دوسرے فرقوں سے کہیں خطرناک اور تباہ کن ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیت کا سب سے بڑا سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی یا ولی تو کیا ہوتا وہ تو عام معمولی شرعی انسان کے برابر بھی نہیں تھا بلکہ انتہائی درجے کا بدکردار اور کذاب آدمی تھا اللہ تعالیٰ فتنہ قادیانیت سے تمام امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

پروفیسر آفتاب کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے ان کا ڈرائیور ابھی تک نہیں آیا وہ وقت کی پابندی کے لیے مشہور تھے کسی جگہ پہنچنے کا جو وقت مقرر ہوتا وہ اس سے ایک سیکنڈ بھی لیٹ پہنچنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آج انہیں ایک اہم میٹنگ میں جانا تھا شام پانچ بجے کا وقت طے تھا پونے پانچ بج چکے تھے اور ان کے خیال میں راستہ بیس منٹ کا تھا گویا اس وقت تک وہ پانچ منٹ تو لیٹ ہو ہی چکے تھے۔

آخر ڈرائیور کی صورت نظر آئی اس نے ہارن بجایا تو وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے جلدی سے کار میں بیٹھے اور بولے: ''ہم میٹنگ کے وقت سے پانچ منٹ لیٹ پہنچیں گے ان پانچ منٹوں کی وجہ سے آج مجھے جو شرمندگی اٹھانی پڑے گی اس کے ذمے دار تم ہو گے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو میں وقت کا کتنا پابند ہوں اس کے باوجود تم پندرہ منٹ لیٹ آئے ہو میں نے تمہیں پہلے بتا دیا تھا کہ مجھے پانچ بجے پہنچنا ہے اور تم میرے پاس ساڑھے چار بجے پہنچ جانا لیکن تم پونے پانچ بجے سے بھی تیس سیکنڈ بعد پہنچے ہو اب میں تمہیں اور کیا کہوں؟ تمہیں ملازمت سے فارغ کرتا ہوں، تو تمہارے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال آتا ہے، کیونکہ غلطی تمہاری ہے اور سزا ملے گی تمہارے بچوں کو۔''

وہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے ڈرائیور نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بس پوری توجہ سے گاڑی چلاتا رہا جب انہوں نے دیکھا کہ اس نے ان کی باتوں کے جواب میں یہ تک نہیں کہا کہ ''سر مجھے افسوس ہے'' تو انہیں اور غصہ آنے لگا، بولے: ''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

ڈرائیور اب بھی خاموش رہا اس کی پوری توجہ گاڑی چلانے کی طرف تھی انہوں نے جھلا کر کہا ''خیر! میٹنگ سے فارغ ہو کر تم سے بات کروں گا۔'' مگر ڈرائیور اب بھی کچھ نہ بولا اس کی نظریں سڑک پر تھیں پھر گاڑی رک گئی۔ انہوں نے چونک کر دیکھا وہ میٹنگ ہال کے سامنے پہنچ چکے تھے انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی تو انہیں خوشگوار حیرت کا ایک جھٹکا لگا پانچ بجنے میں چند سیکنڈ باقی تھے۔ کچھ کہے بغیر وہ بلا کی تیزی سے کار سے نکلے اور اندر کی طرف دوڑ پڑے جب وہ ہال میں داخل ہوئے تو گھڑیاں پورے پانچ بجا رہی تھیں اور تمام لوگ انہیں آج بھی تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

میٹنگ سے فارغ ہو کر وہ کار میں آ بیٹھے ڈرائیور نے گھر کا رخ کیا اب دونوں خاموش تھے۔ یہ خاموشی پروفیسر آفتاب کو چبھنے لگی آخر انہوں نے کہا ''تمہاری خاموشی پر اسراری سی ہے جو مجھے الجھن میں مبتلا کر رہی ہے آخر کچھ تو بولو! میں تسلیم کرتا ہوں تم نے لیٹ پہنچنے کے باوجود مجھے میٹنگ ہال میں وقت پر پہنچایا اس کے لیے میں تمہارا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے تم نے مجھے شرمندگی سے بچا لیا لیکن یہ بھی تو سوچو تمہیں کتنی تیز ڈرائیونگ کرنا پڑی تیز ڈرائیونگ بہرحال خطرناک ہے وقت سے پہلے روانہ ہونے کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ڈرائیونگ سکون سے ہوتی ہے کیا اب تم بتانا پسند کرو گے تم لیٹ کیوں ہو گئے تھے؟'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے اور ڈرائیور کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

آخر ڈرائیور کے ہونٹ ہلے ''آپ کا اصول اگر وقت کی پابندی ہے تو میرا اصول دکھی انسانیت کی خدمت ہے میری چھے سال کی ملازمت کے دوران کبھی کہیں لیٹ نہیں پہنچے اگر آج آپ لیٹ پہنچتے تو کوئی آپ کو شرمندہ نہ کرتا کیونکہ سب آپ کے اصول کو جانتے ہیں خود ہی سمجھ لیتے کہ آج ضرور کوئی ناخوشگوار معاملہ ہوا ہوگا، لہذا سب لوگ آپ سے ہمدردی کرتے۔ یہ اور بات ہے کہ میں نے آپ کو پھر بھی وقت پر پہنچا دیا اور میں اپنا کام بھی کر گزرا۔''

''وہی تو میں جاننا چاہتا ہوں آخر تم لیٹ کیوں ہوئے؟'' وہ جھنجھلا کر بولے

''ایک لڑکے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا وہ اپنی موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ سامنے سے آنے والی ایک کار سے ٹکرا گیا اس کے سر پر چوٹ آئی تھی۔ پیشانی سے خون بہہ رہا تھا اور کوئی اسے ہسپتال لے جانے کے لیے تیار نہیں تھا میں نے اس کے پاس گاڑی روک لی۔ میرے سامنے دو راستے تھے، ایک یہ کہ میں بھی دوسروں کی طرح آگے بڑھ جاؤں دوسرا یہ کہ اسے ہسپتال پہنچا دوں لیکن اس صورت میں، میں آپ کے پاس لیٹ پہنچتا اور آپ کی ڈانٹ ڈپٹ سننا پڑتی اور اس بات کا زیادہ امکان تھا کہ آپ مجھے ملازمت سے ہی نکال دیتے۔

میں اس وقت اپنی بوڑھی ماں کا علاج کروا رہا ہوں وہ ٹی بی کی مریضہ ہے علاج پر کافی پیسے خرچ ہو رہے ہیں ملازمت چھوٹنے کی صورت میں وہ علاج متاثر ہو سکتا تھا۔ لیکن دوسری طرف وہ لڑکا تھا اور اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا آخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ لڑکے کو ہسپتال لے کر جاؤں زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ آپ لیٹ ہو جائیں گے سو میں نے لڑکے کو ہسپتال پہنچا دیا پھر آپ کی طرف دوڑ پڑا میری کوشش یہی تھی کہ کسی طرح آپ کو بھی وقت پر پہنچا دوں سو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا میں نے اس وقت آپ کی کسی بات کا جواب اس لیے نہیں دیا کہ میں ڈرائیونگ پر پوری توجہ دے رہا تھا اور جواب دینے کی صورت میں میرا دھیان بٹ سکتا تھا، اس طرح آپ کو وقت پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا یوں میرے دونوں مقصد پورے ہو گئے، اب آپ چاہیں تو مجھے ملازمت سے فارغ کر دیں۔''

وہ خاموش ہو گیا آخری جملہ کہتے وقت اسکی آواز بھرا گئی تھی۔

چند لمحے تک آفتاب صاحب خاموش رہے شاید سوچ رہے تھے اس سے کیا کہیں، آخر انہوں نے کہا:

''نہیں! میں تمہیں ملازمت سے نہیں نکال سکتا کیونکہ لیٹ پہنچنے کے باوجود تم نے مجھے تو وقت پر پہنچا دیا تھا اور تم بلاوجہ لیٹ بھی نہیں پہنچے لیکن ملازمت سے تو نکالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بس تم کچھ محسوس نہ کرو۔ ارے! تم آج کس راستے سے جا رہے ہو؟''

''سر! پہلے ہسپتال جاؤں گا آخر اس بے چارے کا حال بھی تو معلوم کرنا ہے اسے خون وغیرہ کی ضرورت نہ ہو یہ سب بھی تو دیکھنا ہوگا۔''

''تم ایسا ضرور کرو مگر پہلے مجھے گھر پہنچا دو۔''

''سر! اب ہم ہسپتال کے قریب ہیں آپ کا زیادہ وقت نہیں لگے گا۔''

آفتاب صاحب کا منہ بن گیا تاہم انہوں نے منہ سے کچھ نہ کہا آخر وہ ہسپتال پہنچ گئے کار کا انجن بند کر کے ڈرائیور نیچے اترا۔

''آپ بھی تشریف لائیے سر''

''نہیں بھئی! بس تم جلدی سے ہو آؤ پیسوں کی ضرورت پیش آئی تو مجھے بتا دینا میں دے دوں گا۔''

''نہیں سر! میری درخواست ہے آپ ساتھ چلیے''

''بھئی میں کیا کروں گا؟''

''اس طرح آپ بھی دکھی انسانیت کی خدمت میں حصہ لیں گے۔'' ڈرائیور مسکرا دیا

آفتاب صاحب نے جھلا کر کہا ''اچھا بابا''

دونوں ہسپتال کی اوپر والی منزل پر پہنچے اور پھر ایک پرائیویٹ کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ ''یہ کیا تم نے لڑکے کو پرائیویٹ روم میں داخل کروا دیا؟'' آفتاب صاحب نے حیرت سے کہا۔ ''جی ہاں'' ڈرائیور بولا

''یہ تم نے کیا کیا؟ اتنے اخراجات کا بل کون ادا کرے گا؟''

اس نے سپاٹ لہجے میں کہا: ''آپ!''

آفتاب صاحب نے جواب دیا: ''حد ہوگئی بھئی میں کیوں ادا کروں گا؟''

''خیر! آپ آئیں تو سہی'' یہ کہہ کر وہ اندر داخل ہو گیا اس کے پیچھے آفتاب صاحب بھی منہ بناتے ہوئے اندر داخل ہو گئے اور پھر زور سے اُچھلے۔ ان کے سامنے ان کا بیٹا زخمی حالت میں بستر پر پڑا

تھا" میرا بچہ...... یہ...... یہ تم نے کیا کیا......؟ تم نے مجھے اس وقت کیوں نہ بتایا؟"

"اگر اس وقت آپ کو بتا دیتا تو میٹنگ میں آپ نہ جا سکتے جب کہ وہ میٹنگ آپ کے لیے بہت اہم تھی اور یہاں آکر آپ صرف بیٹھے رہنے کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے میں نے ڈاکٹر صاحبان کو بتا دیا تھا کہ یہ آپ کے بیٹے ہیں اور انہوں نے بھی اطمینان دلا دیا تھا کہ ان کی حالت خطرناک نہیں ہیں معمولی چوٹیں ہیں پھر جب آپ میٹنگ میں تھے تو میں اس دوران برابر فون پر چھوٹے صاحب سے ان کی حالت پوچھتا رہا ہوں آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ابو! یہ بہت اچھے انسان ہیں انہوں نے یہ کام بہت خوبی سے انجام دیا ہے۔"

"اور سر! اگر ان کی حالت ذرا بھی نازک ہوتی تو میں آپ کو میٹنگ میں لے جانے کی بجائے سیدھا یہاں لاتا لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپکی یہاں ضرورت نہیں تو میں آپ کو وہاں لے گیا۔ یہاں بیٹھ کر سوائے گھبرانے کے آپ کوئی کام نہ کرتے۔"

چند لمحے تک آفتاب صاحب ڈرائیور کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتے رہے آخر انہوں نے کہا" تم حیرت انگیز ہو میں نے آج تک تمہارے اندر جھانکنے کی کوشش نہیں کی ہم لوگ انسانی پیشوں کی نسبت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں اور بس۔ ہم یہ نہیں سوچتے کہ ایک معمولی پیشے والا انسان بھی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہو سکتا ہے اور اس کی صلاحیتوں سے فائدہ نہ اٹھانا نہ صرف اس کے ساتھ ناانصافی ہے بلکہ اپنے ساتھ بھی زیادتی ہے لہذا آج سے تم میرے ڈرائیور نہیں میری کمپنی کے ایک ذمے دار عہدے دار ہو، میں تمہیں اپنا مینیجر مقرر کرتا ہوں اور میں واقعی تم سے معافی چاہتا ہوں، میں نے تمہیں بہت سخت الفاظ کہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا" کوئی بات نہیں سر! آپ یہ بھی تو دیکھیے کہ ان سخت جملوں کا بدلہ مجھے کتنا اچھا ملا ہے!"

آفتاب صاحب نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا

ایک مولوی صاحب نے تقریر کے دوران فرمایا کہ جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے ہیں یا ایک مٹھی سے کم کرتے ہیں، تو وہ اعلانیہ گناہ کے مرتکب ہونے کی بنا پر فاسق ہیں۔ ایک نمازی کو اس پر غصہ آیا اور ایک بڑے عالم بزرگ کے پاس جا کر شکایت کی کہ جناب ہم تو نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج بھی کر لیا، کبھی عمرہ کیلئے بھی چلے گئے تھے، بس ڈاڑھی منڈاتے ہیں، پھر فلاں مولوی صاحب نے ہمیں فاسق بنا دیا۔

ان بزرگ نے فرمایا کہ بھئی اس مولوی صاحب پر غصہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ''ت'' کا ایک نقطہ گرا دیا ہے مولوی صاحب فاسق بتاتے ہیں، بناتے نہیں۔ ان کا تو آپ پر احسان ہے کہ آپ کو بتا دیا کہ آپ فاسق بن گئے ہیں۔ روز قیامت جب حوض کوثر پر آپ جائیں گے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تو ڈاڑھی ہوگی اور آپ کا چہرہ ڈاڑھی سے خالی اس وقت افسوس کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا، اس لئے مولوی صاحب کا احسان مانئے اور توبہ کیجئے۔ تب جا کر ان کا غصہ اترا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی سوچ الٹی ہوگئی ہے، یہ دراصل گناہ کا وبال ہے کوئی حق بات کہے تو اس کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں بلکہ حق بتانے والے کی طرح طرح سے عیب جوئی کی جاتی ہے، جناب ہم تو پارسا ہیں، متقی ہیں پرہیز گار ہیں۔ یاد رکھیے جب تک ایک گناہ میں بھی مبتلا رہیں گے، اس وقت تک متقی نہیں بن سکتے جیسا کہ جب تک کوئی شخص کسی ایک بیماری میں بھی مبتلا ہو تو اس کو تندرست نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح جب تک تمام ظاہر و باطنی گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک متقی پرہیز گار نہیں کہلائے جا سکتے ہیں، اللہ تعالی سمجھ نصیب فرمائیں۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ آئے دن اس کا باپ اپنے بھائیوں سے نبرد آزما رہتا تھا کبھی تو وہ کامیابی سے ہم کنار ہوتا تھا اور کبھی اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا۔ جب کبھی اسے فراغت کے لمحات میسر آتے تو وہ اندر جان کے پہلو میں واقع پہاڑی پر چلا جاتا تھا جہاں پر اس نے بہت سے کبوتر پال رکھے تھے۔ اسے غٹرغوں کرتے کبوتروں کے درمیان رہنا اچھا لگتا تھا اس نے سینکڑوں کی تعداد میں موجود ان کبوتروں کے لیے بڑے بڑے لکڑی کے ڈربے بنوا رکھے تھے اور ان کبوتروں کی نگہداشت اور ان کی خاطر تواضع کے لیے کئی نوکر بھی متعین کر رکھے تھے وہ پہاڑی پر پہنچ کر ان کبوتروں کو ہوا میں اڑاتا رہتا تھا اور کبوتر بازوں کی طرح ''ہاؤ ہو ہاؤ ہو'' کرتا رہتا تھا شاید اسے اس طرح سکون حاصل ہوتا تھا۔ کبوتر بازی کے پس پردہ عمر شیخ مرزا کا کونسا جذبہ کارفرما تھا سوائے دولت بیگم کے اور کوئی نہیں جانتا تھا کیونکہ دولت بیگم کو عمر شیخ مرزا سے اکثر یہ کہتے سنا گیا تھا

''دیکھ عمر شیخ مرزا! تجھے ان بے زبان کبوتروں سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ غم غلط کرنے کا یہ کونسا طریقہ ہے؟ بادشاہوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی اپنے دادا کی طرح مرد میدان بننا سیکھ تیری تلوار ہی تیری رفیق ہونی چاہیے چہ جائے کہ تو کبوتروں کی صحبت اختیار کرے۔''

عمر شیخ مرزا برملا کہتا: ''مادر محترم اور اگر میں اپنے آباء کی طرح بہت سے قبائل کا سردار ہوتا، ایک بہت بڑی اور آزمودہ کار فوج میرے زیر کمان ہوتی اور میرے بھائی برادران یوسف کا سا کردار ادا نہ کرتے تو پھر آپ دیکھتیں کہ میں کیسے کیسے کارنامے انجام دیتا''۔

دولت بیگم جز بز ہو کر کہتی ''کس قدر فضول سوچ ہے تمہاری تم یہ خوب جانتے ہو کہ تمہارے نانا اور دادا اپنی ابتدائی زندگی میں بہت ہی معمولی اور بے سہارا لوگ تھے مگر انہوں نے

اپنی قوت بازو پر انحصار کیا۔ ان کا قوی عزم ان کے لامتناہی کامیابیوں کا پیش خیمہ بنا، انہوں نے شجاعت و مردانگی کی ایسی ایسی داستانیں رقم کیں جن کی نظیر تاریخ عالم میں ملنا محال ہے۔

انہوں نے اپنے گھوڑوں کی ننگی پیٹھوں پر بیٹھ کر دنیا کو لرزہ براندام کر دیا، انہیں دلوں کو مسخر کرنے کا ہنر آتا تھا یعنی وہ ملکوں کو فتح کرنے سے قبل اپنے لوگوں کے دلوں کو فتح کرتے تھے مگر تم سراسر نابلد ہو، کم ہمت اور آرام کوش انسان ہو، رموز ہائے جہانبانی، جہانگیری و کشور کشائی کبوتروں کی صحبت سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ یہ رزم گاہ زندگی کی جولانی سے از خود از بر ہوتے ہیں۔ اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھو تم کیا تھے اور کیا ہو گئے ہو؟ تمہیں اپنی قدر و منزلت کا ذرہ بھر احساس نہیں ہے ہمت مرداں مدد خدا کے مصداق تلوار اٹھاؤ اور پھر دیکھو کہ پردہ غیب سے کیا رونما ہوتا ہے۔''

اگرچہ اپنی نانی اماں کے پہلو میں بابر بھی برابر موجود ہوتا تھا مگر ان دونوں کی ادق اور ثقیل گفتگو اس کے سر کے اوپر سے گزر جاتی تھی وہ بس ان دونوں بڑوں کے چہروں کے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہ جاتا تھا۔ ابھی تک ننھے بابر کی دنیا زنان خانے تک محدود تھی یعنی وہ اپنی نانی دولت بیگم، اپنی ماں قتلق نگار خانم اور بڑی بہن خان زادہ خانم باہوں کے حصار میں رہتا تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس کے کم سنی اور شعوری کا زمانہ آہستہ آہستہ رخصت ہوتا چلا جا رہا تھا وہ یہ زمانہ تھا جب اسے پڑھنے لکھنے کی طرف راغب کیا جانے لگا تھا۔ بابر نے ذہن رسا پایا تھا اس لیے وہ اپنے ہم عمروں پر ہمیشہ بازی لے جاتا تھا۔ دوسرے بچوں کی طرح اس کا بھی یہی خیال تھا کہ ''زندگی بس جینے کا دوسرا نام ہے۔'' ایک ڈگر ہے جس پر کہ زندگی بگٹٹ بھاگتی چلی جا رہی ہے اور انسان کو اپنے ساتھ بھگاتی چلی جا رہی ہے۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ زندگی کی ڈگر سپاٹ نہیں ہے بلکہ اس کے قدم قدم پر موڑ ہیں۔

بابر اب پانچ سال کا ہو چکا تھا کہ اچانک اس کی سپاٹ زندگی میں ایک عجیب و غریب موڑ آ گیا۔ ہوا کچھ یوں کہ ایک دن بابر نے دیکھا کہ...... شاہی محل میں اس کے عزیزوں اور رشتہ

داروں کی ریل پیل ہوگئی تھی، دور دراز سے معزز مہمان کھنچے چلے آ رہے تھے، شاہی محل میں چار سُو انسانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے تھے۔ اندر جان کی اطراف و اکناف سے گاڑیاں دوڑی چلی آ رہی تھیں۔ لباس ہائے زرق و برق میں ملبوس لوگ ان گاڑیوں پر سے اترتے آج یہاں جمع کیوں ہو رہے ہیں؟ ایسا کبھی پہلے تو نہیں ہوا تھا مگر آج کیوں ہو رہا ہے؟ اور سب سے بڑی عجیب بات یہ کہ سب لوگ اس کی بلائیں کیوں لے رہے تھے؟

ان مہمانوں میں بابر کو ایک لڑکی بھی دکھائی دی جو غالباً اس کی ہم عمر لگتی تھی وہ لڑکی خوب بنی ٹھنی ہوئی تھی بابر نے ٹوہ لی تو اسے معلوم ہوا کہ یہ لڑکی اس کے تایا کی بیٹی تھی اور اس کا نام عائشہ تھا۔ بابر نے اس چہل پہل اور رشتہ داروں کے اجتماع سے یہ تاثر لیا کہ شاید یہاں کوئی خوشی کی بہت بڑی تقریب منعقد ہونے والی تھی عائشہ مہمانوں میں سے غائب ہوگئی تھی بابر اس کا چہرہ پوری طرح نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ محل کی کنیزیں اور لونڈیاں اسے اٹھائے اٹھائے محل کے کسی اندرونی گوشے میں لے گئی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد بابر کو بھی حمام میں لے جایا گیا اور اسے اچھی طرح نہلا دھلا کر اطلس و کمخواب کے قیمتی لباس میں ملبوس کیا گیا جب اس کے سر پر چھوٹا سا عمامہ رکھا گیا تو تب اس لباس میں وہ ایک چھوٹا سا ''مرد'' لگ رہا تھا۔

بابر کی نانی اسے بازوں میں اٹھائے ایک تخت تک لے گئی اور اسے تخت کے داہنی گوشے میں بٹھا دیا کچھ دیر بعد سجی سجائی عائشہ کو بھی بابر کے بائیں پہلو میں بٹھا دیا گیا شہزادی عائشہ کا نئی نویلی دلہنوں کی طرح گھونگھٹ نکالا گیا تھا۔ بابر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تخت کے چاروں بھانت بھانت کی عورتوں نے گھیرا ڈالا ہوا تھا عورتوں کے اس بے ہنگم اجتماع میں تیموری خانوادے کی چند بڑی بوڑھیاں آگے بڑھیں اور شہزادی عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر بابر کے ہاتھ میں دیتی ہوئی کہنے لگیں: ''شہزادے بابر! آج سے شہزادی عائشہ تیری ہوئی۔''

ایک دوسری معزز خاتون عائشہ کی طرف بڑھی اور اس کا گھونگھٹ اٹھاتی ہوئی کہنے لگی ''شہزادی عائشہ! شہزادہ بابر جو تیرا عم زادہ بھی ہے آج سے تیرا شوہر ہے۔''

منگنی کی رسومات اختتام پذیر ہوئیں تو اس تقریب میں شریک مہمانوں کو کھانے پر بلایا گیا۔ بابر اور عائشہ کو ایک ساتھ دستر خوان پر بٹھایا گیا تو شہزادی عائشہ بابر کی طرف دھیان دیئے بغیر بلا تکلف کھانے پر ٹوٹ پڑی وہ مزے لے لے کر خود تو کھانا کھاتی رہی مگر اس نے بابر کی طرف ایک بار بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جب کہ بابر ٹکٹکی باندھے عائشہ کو کھاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

کھانے کے اختتام پر نانی اماں بابر کو ایک طرف لے گئی اور مشفقانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے بولی: ''بیٹا میری بات کو پلے باندھ لے کیونکہ زندگی میں بارہا تجھے ایسی باتوں سے سابقہ پڑے گا، اگر تجھے کسی شخص کے خلوص، محبت، رواداری اور اس کے جذبۂ ایثار کا پتہ لگانا ہو تو اسے متعدد بار اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا لینا۔ اگر وہ شخص کھانے کے دوران تیرے حصے کے کھانے سے کافی کچھ چٹ کر جائے تو سمجھ لینا کہ وہ شخص زندگی میں کبھی تجھ سے وفا نہیں کرے گا اور جو شخص اپنے کھانے سے کچھ حصہ تیرے لیے چھوڑ دے تو یاد رکھنا کہ وہ شخص زندگی بھر تیرے لیے قربانیاں دیتا رہے گا۔''

نانی اماں کے اس تجزیے نے ننھے بابر کے سامنے زندگی کی ایک سچائی دکھا دی تھی اس سچائی نے اسے بہت متاثر کیا اس طرح اسے دستر خوان پر روا رکھے جانے والے عائشہ کے رویے کا خوب ادراک ہو گیا تھا اس کے دل میں بات بیٹھ گئی تھی کہ عائشہ زندگی میں کبھی اس کی وفادار نہیں رہے گی اسی دن سے بابر کے دل میں عائشہ کے متعلق بال پڑ گیا تھا۔

تقریب اختتام پذیر ہوئی اور مہمانوں کے ساتھ ساتھ عائشہ بھی اندار جان سے رخصت ہو گئی زندگی کے اس پہلے موڑ پر ہی عائشہ کے متعلق نانی اماں کی کہی ہوئی پتے کی بات بابر کے ذہن پر اس طرح نقش ہو گئی کہ وہ پھر کبھی بھی محو نہ ہوئی۔

حل عبدالودود، کراچی

ملنگ بابا! میں اپنی بیوی سے بہت تنگ ہوں کوئی حل بتاؤ۔

ملنگ: کوئی حل ہوتا تو میں کیوں ملنگ ہوتا؟

آسیہ بیگم روز روز کے بلی چوہے کے کھیل سے تنگ آ چکی تھی ایک دن وہ خود ہی ایک رشتہ دیکھنے گئی اور ہاں کر آئی اور اپنی بات پر ڈٹ گئی کہ بس میں نے وہیں نمرہ کا رشتہ کرنا ہے۔ ویسے تو بھابیاں نہ مانتیں پر جب انھوں نے دیکھا کہ نمرہ کا ہونے والا سسرال بالکل متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا ہے گھر بار بھی گزارہ میں ہے لہذا ہر لحاظ سے نمرہ ان سے نیچے ہی رہے گی تو حامی بھر دی۔ مہینے کے اندر اندر نمرہ کی شادی کر دی گئی اور یہ کہ کر نمرہ کو جہیز کے نام پر کوئی چیز نہ دی گئی کہ وہ ابھی وہ گھر اس قابل نہیں کہ ہمارے سٹینڈرڈ کا دیا ہوا جہیز وہاں رکھا جا سکے۔

ادھر نمرہ کا شوہر انتہائی نفیس طبیعت کا مالک تھا وہ ایک معمولی دکاندار کا بیٹا تھا جس نے خود اپنی محنت سے پڑھ کر اپنا مقام بنایا تھا اب وہ ایک فرم میں مینجر تھا اور لوگوں میں ایک شریف اور ذمہ دار نوجوان سمجھا جاتا تھا۔ نمرہ دل میں بہت خوش تھی کہ اللہ تعالی نے اس کی ساری مشقتوں کا بدلہ ایک انتہائی مخلص اور محبت کرنے والے شوہر کے روپ میں دیا ہے یہاں اسے اس طرح رکھا گیا جیسے کسی بادشاہ کی بیٹی اپنے کسی خادم کے گھر کو عزت بخشنے آ جائے۔ نندوں نے اپنے اخراجات کم کر دیئے تھے اور دیوروں نے بھی اپنی اضافی خرچی لینا چھوڑ دی تھی تا کہ وہ اپنی بھابھی کو وہی ماحول دے سکیں جو انہوں نے اس کے بھائیوں کے گھر دیکھا تھا۔

نمرہ جب بھی میکے جاتی تو سسرال والے اسے اپنی حیثیت سے بڑھ کر کپڑے بنا کر دیتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑتے پر جب نمرہ اپنی بھابھیوں کے پاس جاتی تو وہ اس کے کپڑوں کا اور اس کے زیور وغیرہ کا مذاق اڑاتیں۔

نمرہ اپنے سسرال سے خوش خوش آتی لیکن واپسی پر اس کا دل ملال زدہ ہوتا۔ اسے نہ

خاوند کی دل لگی اچھی لگتی نہ نندوں کی چھیڑ چھاڑ اور نہ دیوروں سے نوک جھونک لیکن تھوڑے دن گزرنے کے بعد وہ اپنے خودساختہ خول سے باہر آنا شروع ہو جاتی اور پھر پہلے والی نمرہ بھابھی بن جاتی۔ نمرہ کا شوہر بہت سمجھ دار تھا اس لیے اس نے اس بات کا حل یہی نکالا کہ نمرہ کو اس کے میکے کم از کم جانے دیا جائے۔

نمرہ کی شادی کو ایک سال ہوا تھا کہ اللہ نے نمرہ کی گود میں چاند جیسا بیٹا دیا۔ گھر میں پہلا پہلا بچہ تھا باہمی مشورے سے بچے کا نام احمد رکھا گیا۔ احمد کے دادا نے احمد کے باپ کی پیدائش اور شادی پر اتنی خوشی نہ کی ہوگی جتنی احمد کی پیدائش پہ کی۔ ساس تو نمرہ کے واری صدقے جاتی نہ تھکتی تھی اور نندوں کے تو کہنے ہی کیا۔

نمرہ کے میکے میں کوئی خاص خوشی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ نمرہ کی بہنیں آئیں تو احمد کو دیکھ کر جہاں انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اس کے ساتھ انہوں نے نمرہ اور اس کے سسرال والوں کے رہن سہن میں سینکڑوں کیڑے نکالے۔ بجائے اس کے کہ نمرہ کو ان کے آنے کی خوشی ہوتی وہ نمرہ کو احساس کمتری میں مبتلا کر گئیں۔ جب نمرہ کی بھابیوں نے دیکھا کہ لوہا گرم ہے انہوں نے نمرہ کو روز روز فون کرنے شروع کر دیے۔ کبھی کہا جاتا کہ تمہارے شوہر کو چاہیے تمہیں علیحدہ خرچہ دیا کرے کبھی کہا جاتا کہ وہ تمہیں سیر کروانے کیوں نہیں لے کر جاتا شاپنگ کیوں نہیں کرواتا؟ نمرہ پھر اپنے شوہر سے بدگمان رہنے لگی اور بات بات پر بگڑ جاتی۔ نندوں کو یقین نہ آتا کہ یہ وہی بھابھی ہے جو ماں کے کچھ کہنے پر ان سے ناراض ہو جاتی تھی کہ انہیں کچھ نہ کہیں اور نندوں کی طرفداری میں خاوند سے کھٹی میٹھی سنتی تھی لیکن اب نمرہ میں وہ بات نہیں رہی تھی۔

نمرہ کی کزن کی شادی جہاں سب خاندان والے جمع ہوئے اوروں کی طرح نمرہ کو بھی دعوت نامہ آیا تھا۔ نمرہ نے شادی میں جانے کی بات کی تو اس کے شوہر نے کہا کہ میرے حالات مجھے اجازت نہیں دے رہے اس لیے تم اپنا پروگرام گول کر دو لیکن نمرہ جب کسی طرح راضی نہ ہوئی تو اس کے شوہر نے اپنی بائیک بیچ کر نمرہ کو مطلوبہ شاپنگ کروائی اور احمد کے کپڑے وغیرہ دلوائے

اور جاتے جاتے ساس نے بھی اپنے کانوں سے بندے نکال کر نمرہ کے ہاتھ پر رکھ دیے کہ اگر پیسوں کی مزید ضرورت ہوئی تو ان کو بھی کام میں لے آنا۔شادی میں صرف ایک دن باقی تھا جب نمرہ کا شوہر اپنے دوست کی گاڑی میں نمرہ کو چھوڑ آیا نمرہ دل میں بہت خوش تھی کہ اب کی دفعہ کوئی بھی مجھے میرے کپڑے کے بارے میں مذاق نہیں کر سکے گا۔

شادی والے دن جب ساری بہنیں اور بھابھیاں اور دیگر کزنیں اکھٹی ہوئیں تو سب ایک دوسرے کے کپڑے اور زیورات وغیرہ کی تعریف کر رہی تھیں جب رخ نمرہ کی طرف ہوا تو کوئی اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔لیکن وہاں موجود بڑی بھابھی کو کسی ذریعے سے پتہ چل گیا کہ نمرہ کے خاوند نے اس کی تیاری کے لیے بائیک بیچ دی ہے ۔اس سے نمرہ کی ہونے والی تعریف ہضم نہ ہوسکی۔اس نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا کہ بے چاری نمرہ کے ساتھ کیا مقابلہ کرتی ہواس کے میاں نے اپنی بائیک بیچ کر اس کو دو سوٹ لے کر دیے ہیں اور جو یہ سیٹ پہنا ہوا ہے وہ بھی تو مصنوعی لگ رہا ہے۔

نمرہ کا منہ غصے سے سرخ ہو گیا ''بھابھی آپ کو میرے ذاتی معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔'' یہ کہنا ہی تھا کہ دوسری بہنیں اور بھابھیاں بول اٹھیں ''ہائے ہائے نمرہ باؤلی ہوئی ہو؟ وہ تو تمہارے فائدے کی بات کر رہی ہے اور تم الٹا اس پر بگڑ رہی ہو دیکھو تو اپنی چین جیسے دھاگہ پہنا ہوا ہو۔بے قوف! تیرے سسرال والوں کو ایسا رشتہ کہاں سے مل سکتا تھا؟ تو کیوں نیچے لگی ہوئی ہے؟ اپن رعب رکھا کرو، دیکھو تو تمہارا خاوند چھوڑ کر چلا گیا ہے اس نے کیا برات میں شریک نہیں ہونا تھا؟ وہ اپنی اکڑ میں رہتا ہے اسے فون کرو کہ ابھی آئے۔''

نمرہ نے ان کی باتوں میں آکر فون کیا تو ندیم اس وقت بہن کو کالج چھوڑنے جا رہا تھا جس کا پرچہ تھا اس لیے آنے سے معذرت کی تو نمرہ کا پارہ ہائی ہو گیا، فون میں ہی ندیم کو برا بھلا کہنے لگی اور یہاں تک کہ کہہ دیا کہ خبردار جو مجھے لینے آئے۔

ندیم اپنی جگہ پریشان تھا کہ ہوا کیا ہے؟ نمرہ تو ایسی نہیں ہے۔ بہرحال اس نے سوچا

لینے جائے گا تو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر لے گا۔ نمرہ کو گئے دو دن ہوئے تھے کہ سارے گھر والے احمد کے بغیر اداس ہو گئے۔ گھر سونا سونا ہو گیا تھا نمرہ ایک ہفتے کا کہہ کر گئی تھی مگر نمرہ کا سسر احمد کی وجہ سے تیسرے دن ہی نمرہ کو لینے چلا گیا۔ نمرہ کی بھابھی نے اس کی اتنی عزت کی کہ پانی تک نہ پوچھا اور کہا کہ وہ فیصلہ چاہتے ہیں۔ نمرہ کا سسر حیران تھا کہ کیا بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی ہے۔ نمرہ بھی بپھری ہوئی گرج رہی تھی، بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس نے بھی سسر کے خوب لتے لیے۔

نمرہ کا سسر اپنا سا منہ لے کر گھر آ گیا اور سارا ماجرا گھر والوں کو سنایا۔ ندیم نے بھی فیصلہ کر لیا کہ اب نمرہ کو لینے نہیں جاؤں گا اگر چاہتی ہے تو خود ہی آئے ورنہ وہیں رہے۔ نمرہ کو میکے میں بڑی بھابھی کے ساتھ رہتے ہوئے پونے دو مہینے ہو گئے تھے ندیم نے بھی دل پر پتھر رکھ لیا اور سارے گھر والوں کو نمرہ سے رابطہ کرنے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ شروع شروع میں نمرہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی کہ اس نے بہت اچھا قدم اٹھایا ہے لیکن نمرہ نہیں جانتی تھی کہ بڑی بھابھی نے اس کی ہمدردی کے بہانے کیا گیم کھیلی ہے۔

نمرہ سارا دن گھر کا کام کرتی تھی احمد چارپائی پر لیٹا روتا رہتا اگر وہ ادھورا کام چھوڑ کر اسے اٹھانے لگتی تو بھابھی برا بھلا کہنا شروع ہو جاتی اور احمد کو دھپ لگانے سے بھی گریز نہ کرتی۔ نمرہ کی بہنیں جو روز فون کرتی تھیں انہوں نے بھی پینترا بدل لیا تھا۔ انہی دنوں وبا پھیلی تو احمد سخت بیمار ہو گیا، نمرہ نے جب اس کی دوائی لینے کے لیے جانے کا ارادہ کیا تو بھابھی نے گھریلو ٹوٹکے سے علاج کر کے ٹال مٹول کر دی۔ احمد دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا۔ ایک دن اچانک حالت بگڑنے پر نمرہ اکیلے ہی احمد کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تو وہاں اسے اپنے سسرال کے محلے کی عورت ملی جس نے نمرہ کو بے کسی کی حالت میں دیکھا تو فوراً اس کی ساس کو فون کر دیا۔ نمرہ کی ساس نے جب احمد کی بیماری کا سنا تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ ندیم اور اپنے خاوند کے ساتھ دوڑی چلی آئی۔

جب وہ ہسپتال پہنچے تو دیکھا کہ نمرہ نے ہاتھ میں وہی بُندے پکڑے ہوئے تھے جو جاتے وقت ساس نے دیے تھے اور رو رو کر ڈاکٹر سے کہہ رہی تھی کہ اس کے بیٹے کو بچالے۔ ندیم آتے ہی احمد کو ہاتھوں پر اٹھالیا جو اس وقت زندگی اور موت کی کش مکش میں تھا اور ندیم کے ابا نے نمرہ کو گلے لگالیا ''بیٹا! دعا کرو اللہ ہمارے بیٹے کو زندگی بخش دے۔'' جب کہ نمرہ کی نند ہاتھ پھیلائے اللہ سے ہم کلام تھی ''اللہ! ہمارے احمد کی زندگی لوٹا دے۔'' ادھر ساس سجدے میں گری تھی۔ ندیم اتنی دیر میں ڈاکٹر سے رابطہ کر کے احمد کو ایڈمٹ کروا چکا تھا۔

ابھی آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ ندیم نے بھیگی مگر مسکراتی آنکھوں سے سب کو دیکھا اور احمد کی نئی زندگی کی نوید دی۔ نمرہ کی ساس جو ابھی تک سجدے میں تھیں نمرہ نے جا کر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ''امی جی! احمد کی نئی زندگی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعا مانگیں کہ اللہ ہمیں مزید آزمائشوں سے بچالے اور اللہ مجھے بھی معاف کر دیں میں......میں......بہت......''

نمرہ کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہتے جا رہے تھے۔ اتنی دیر میں اس نے اپنے کندھے پر ایک آشنا ہاتھ کا لمس محسوس کر کے پلٹ کر دیکھا تو ندیم مسکراتے ہوئے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ نمرہ کو یوں لگا جیسے پوری دنیا ہی مسکرا رہی ہو۔

میٹھی مرچیں

زمین گول ہے!

ثمین خان، لاہور

چوہا بلی سے ڈرتا ہے۔۔۔۔ بلی کتے سے ڈرتی ہے۔۔۔۔۔

کتا بندے سے ڈرتا ہے۔۔۔۔ بندہ بیوی سے ڈرتا ہے۔۔۔۔

اور!!!!!!!!!!!!!!

بیوی چوہے سے ڈرتی ہے!!!!!!!!!!!!!!

پھر زمین گول ہوئی ناں؟؟؟

ایک کافر نے کسی بزرگ سے کہا: اگر تم میرے تین سوالوں کا جواب دے دوں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

جب ہر کام خدا کی مرضی سے ہوتا ہے تو تم لوگ انسان کو ذمہ دار کیوں ٹھہراتے ہو؟

جب شیطان آگ کا بنا ہوا ہو تو دوزخ میں اس پر آگ کیسے اثر کرے گی؟

جب تمہیں خدا نظر نہیں آتا تو اسے کیوں مانتے ہو؟

بزرگ نے اس کے جواب میں پاس پڑا ہوا مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر اس کو مارا، اسے بہت غصہ آیا اور اس نے قاضی کی عدالت میں بزرگ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔

قاضی نے بزرگ کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے کافر کے سوالوں کے جواب میں اسے مٹی کا ڈھیلا کیوں مارا؟

بزرگ نے کہا یہ اس کے تینوں سوالوں کا جواب ہے۔ قاضی نے پوچھا: وہ کیسے؟

بزرگ نے کہا اسکے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے یہ ڈھیلا اللہ کی مرضی سے اسے مارا ہے تو پھر یہ اس کا ذمہ دار مجھے کیوں ٹھہراتا ہے؟

دوسرے سوال کا جواب یہ کہ انسان تو مٹی کا بنا ہے پھر اس پر مٹی کے ڈھیلے نے کس طرح اثر کیا؟

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اسے درد نظر نہیں آتا تو اسے محسوس کیوں ہوتا ہے؟

اپنے سوالوں کے جواب سن کر کافر فوراً مسلمان ہو گیا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں اللہ رب العزت خود ان کی تربیت کرتے ہیں اور کس موقع پر کیا بات کرنی ہے اللہ تعالیٰ انہیں سمجھا دیتے ہیں۔

اسلامیات کی مس جیسے ہی کلاس میں داخل ہوئیں تمام لڑکیاں اپنی نشستوں پر چلی گئیں۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ" مس نے آتے ہی سلام کیا۔ سب لڑکیوں نے سلام کا جواب دیا اور مس کے اشارہ کرتے ہی بیٹھ گئیں۔

"آج ہمارا موضوعِ بحث اچھے اخلاق ہے۔" مس نے یہ بتا کر سب کو کتابیں کھولنے کا حکم دیا سب بچیاں کتابیں کھول کر مس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"دیکھو بیٹا اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا اور ہمیں مسلمان بنا کر ہم پر احسان عظیم کیا ہے اب بحیثیت مسلمان ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان ذمہ داریوں سے احسن انداز سے عہدہ برآ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے بار بار ہمیں صلہ رحمی اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے، ہمیں دوسروں کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ پڑوسیوں کے حقوق بھی بتلائے، کسی کو تکلیف دینے اور ہر قسم کی ایذا رسانیوں سے سختی سے منع فرمایا آپ نے ہمیں لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔"

یہ سنتے ہی فاطمہ کھڑی ہو گئی اور سوال کرنے کی اجازت لے کر بولی:

"اگر اللہ تعالیٰ نے لڑائی جھگڑوں سے منع کیا ہے تو پھر لوگ جہاد کیوں کرتے ہیں؟ جب اسلام اس سے منع کرتا ہے تو پھر جو مسلمان جنگ کر رہے ہیں وہ تو غلط کر رہے ہیں کیا یہ فتنہ وفساد پھیلانے والی بات نہیں ہے؟"

مس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا مگر انہوں نے فاطمہ کو سمجھانے کے لیے تحمل سے کام لیتے ہوئے اسے بیٹھنے کا حکم دیا اور کہنے لگیں "دیکھو بیٹا! بحیثیت مسلمان آپ کو یہ بات اچھی طرح

ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جہاد اسلام کے اہم ارکان میں سے ایک رکن ہے لفظ جہاد کو دہشتگر دی جیسے لفظ سے موسوم کرنا سراسر فضول اور کافرانہ فعل ہے اللہ نے جہاد کا حکم دیا تا کہ فتنہ وفساد ختم ہو جائے اس لیے نہیں کہ فتنہ وفساد پھیلا یا جائے ،اس لیے فرمایا:

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ"

کہ کفار سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے

بیٹا! ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہم نے اخلاقیات کو غلط رنگ دے دیا ہے، ہم غیر مسلموں کے ساتھ تو اچھے طریقے سے پیش آتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائی کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ غیر مسلموں نے مسلمانوں کا طرز اپنا کر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور ہم نے غیروں کی نقالی کر کے اپنی پہچان بھی کھودی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یادرکھو! اللہ کا دین نافذ کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہمارے اپنے بھائی ہیں، انہیں دہشتگرد مت کہو وہ تو اللہ کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے کفار سے لڑ رہے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ اور اس کے نبی ﷺ نے مجاہد کہا ہے۔ انہی لوگوں کے دم سے اللہ نے اسلام کو سر بلندی عطا فرمائی ہے۔ ہماری دینی تعلیمات میں غلط تاویلات کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ہمارے اور اسلام کے مخالف ہیں اس وقت ہمیں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے دین کے معاملے میں کسی قسم کے بھی سمجھوتے سے باز رہیں۔اب کون کون عہد کرتا ہے کہ وہ خود کو دین کے رستے میں لگا کر سرخرو ہو گا؟"

مس کے سوال کرنے پر سب نے پر جوش انداز میں ان شاء اللہ کہا مس نے آہستگی سے آمین کہا اور سوچنے لگیں کہ اگر بچوں کے ذہن میں شروع ہی سے اسلامی تعلیمات بٹھا دی جائیں اور ان کی صحیح راہنمائی کی جائے تو ان شاء اللہ بہت جلد چار سو اسلام نافذ ہو گا۔

بندوں کے حقوق کے بارے میں تاکید:

جب آدمی دنیا میں آتا ہے تو چاہے مرد ہو یا عورت اسے دوسرے انسانوں کے ساتھ مل کر رہنا پڑتا ہے اور شریعت کا حکم ہے کہ سب کے حقوق کا دھیان کرو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں ایک دوسرے کی حق تلفی کرنے سے اور آگے یا پیچھے بے آبرو کرنے سے یا کسی کا پیسہ رکھ لینے سے قیامت میں بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو اکہ اس کی بے آبروئی کی ہو یا کسی اور قسم کی حق تلفی کی ہو تو آج ہی اس روز سے پہلے جب کہ نہ اشرفی پاس ہوگی نہ روپیہ پاس ہوگا (حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر) اس سے اپنی جان چھڑا لیوے (یہاں صفائی نہ کی تو) اگر نیک عمل ہوں گے تو (قیامت کے روز) ظلم کے برابر اسے دے دیئے جائیں گے جس کی حق تلفی کی ہے۔ اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو جس پر ظلم ہوا ہے اس کی برائیاں لے کر ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔

اس حدیث شریف سے معلوم رہا ہے کہ صرف روپیہ پیسہ رکھ لینا ہی ظلم نہیں بلکہ گالی دینا، تہمت لگانا غیبت کرنا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے بہت سے لوگ اپنے آپ کو دیندار سمجھتے ہیں مگر ان چیزوں سے ذرا نہیں بچتے یہ یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ اپنے حق کو توبہ اور استغفار کرنے سے معاف فرما دیتے ہیں مگر بندوں کی جو حق تلفی کی ہے اور بندوں پر ظلم کیا ہے اس کی معافی جب ہوگی جب کہ حق ادا کر دے یا اسی دنیا میں معافی مانگ لے۔

حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ اگر انسان خدا کی ستر نافرمانیاں کر کے قیامت میں

پہنچے تو یہ جرم اس سے بہت ہلکا ہے کہ کسی بندہ کا ایک حق لے کر میدان حشر میں جاوے اس وجہ سے کہ اللہ تعالی بے نیاز ہے اور معاف کر سکتے ہیں مگر یہ بندے عاجز اور بے چارے ہیں قیامت میں بہت بے بس ہوں گے اور ذرا ذرا سا سہارا تلاش کرتے ہوں گے۔ لہذا حقوق العباد کا دھیان رکھنا اور ان سے پاک صاف ہو کر رہنا ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن بندے اپنی حاجت کی وجہ معاف نہیں کریں گے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے اپنے صحابیوں سے پوچھا کیا تم جانتے ہو مفلس یعنی غریب اور تنگ دست کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم تو اسے غریب سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ، پیسہ اور مال نہ ہو حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ یقین جانو اصلی غریب میری امت میں وہ ہے جو قیامت کے روز نماز روزہ اور زکوۃ کی پونجی لے کر آئے گا اور اس حال میں بھی آئے گا کہ دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو ناحق مارا ہوگا لہذا اس نیکیوں میں سے کچھ اس کو دلا دی جائیں گی اور کچھ اس کو دلا دی جائیں گی۔ اگر حق ادا نہ ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حق داروں کے گناہ لے کر حق تلف کرنے والے کے سر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

الغرض بندوں کے حقوق کا معاملہ بڑا سخت ہے بندوں کی حق تلفی سے یعنی کسی کی بے آبروئی کرنے، غیبت اور بہتان باندھنے، بے اجازت کوئی چیز لینے اور مقدمہ لڑ کر زمین جائیداد دبا لینے یا رشوت یا سود لینے یا قرض لے کر رکھ لینے یا امانت میں خیانت کرنے یا یتیم کا مال کھانے یا مسجد یا مدرسہ کی وقف آمدنی اپنے کام میں لانے یا کسی کا حق مارنے اور ہر طرح کے ظلم وحق تلفی سے بچو اور سب کو بچاؤ۔ اپنے بچوں کو بھی یہ باتیں خاص طور سے سمجھا دو جن کا ہم نے اس سبق میں ذکر کیا ہے اس زمانہ میں چونکہ لوگوں میں آخرت کی فکر نہیں ہے اور بددینی کی فضاء ہے اس لیے کسی پر ظلم کرنے یا کسی کا حق ضائع کرنے سے نہیں بچتے ہیں۔ اللہ ہم کو ان میں سے نہ کرے۔ آمین

میاں محمد ۱۹۱۵ء میں تلہ گنگ میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام صوبے دار غلام محمد تھا جو اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۵ سال کی عمر میں میاں محمد پرائمری سکول میں داخل ہوئے پرائمری کے بعد ہائی سکول میں داخل ہوئے لیکن ساتویں جماعت تک پڑھنے کے بعد ان کا جی تعلیم سے اچاٹ ہو گیا۔ دس سال کی عمر میں ڈرائیونگ سیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں ملازم ہو گئے اور تلہ گنگ سے میانوالی جانے والی بس چلانے لگے لیکن بہت جلد اس سے بھی جی بھر گیا۔ ۱۹۳۱ء میں گاؤں واپس آ گئے ۱۹۳۳ء میں انڈین نیوی میں بھرتی ہو گئے اور اسی دوران ان کی شادی ہو گئی۔ انڈین نیوی میں ابھی بمشکل ڈیڑھ سال گزرا تھا کہ کھیل کے دوران ساتھی سے بدکلامی کی وجہ سے ہاکی سے اسے پیٹ ڈالا، آرمی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلا اور ملازمت سے برطرف کر دیئے گئے۔

۲ جنوری ۱۹۲۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے ابتدائی ٹریننگ کراچی سے حاصل کرنے کے بعد اسی سال اکتوبر میں مدراس چھاؤنی بھیج دیئے گئے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں قدرت نے ان سے ایک غیر معمولی کام لینا تھا اور اس کے لیے وہ مختلف مقامات پر پھرتے پھراتے بالآخر یہاں پہنچے تھے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کی شب کا ابھی آغاز ہوا تھا مدراس چھاؤنی کے فوجی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر مختلف گروپوں میں بیٹھے خوش گپیوں میں مشغول تھے انہی میں سے ایک طرف چند مسلمان نعت شریف سننے میں محو تھے، اتفاق سے نعت سنانے والا ایک ہندو تھا جو بڑی خوش الحانی اور عقیدت مندی سے نعت سنا رہا تھا۔ قریب ایک ہندو ڈوگرے سپاہی نے جب ایک ہندو کو اتنی عقیدت سے نعت سناتے دیکھا تو مارے تعصب کے جل کر کباب ہو گیا۔

اس نے با آواز بلند آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے نعت پڑھنے والے کو کہا ''محمد کو............ کرو کسی اور کا ذکر کرو، تو کیسا ہندو ہے؟ تو ہندو دھرم کا مجرم ہے تیرا بار معاف نہیں کیا جا سکتا۔'' مسلمان سپاہیوں نے ہندو ڈوگرے کی یہ بدزبانی سنی تو خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے لیکن میاں محمد، آقا ﷺ کی گستاخی سن کر تڑپ اٹھے اور ڈوگرے سپاہی سے کہا ''تیرے مذہب کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ حضور ﷺ کے نام مبارک سے اطمینان قلبی حاصل کرے اس لیے وہ آپ ﷺ کی نعت پڑھ رہا ہے تجھے اپنے خبیث باطن کی وجہ سے یہ بات پسند نہیں ہے تو یہاں سے چلا جا خبردار آئندہ ایسی بکواس نہ کرنا۔'' یہ سن کر ڈوگرا سپاہی بولا ''میں تو بار بار ایسے ہی کہوں گا تم سے جو ہوتا ہے کرلو۔'' یہ بے ہودہ جواب سن کر میاں محمد کا خون کھول اٹھا ایک ہندو ڈوگرے نے انکی حمیت ایمانی کو للکارا تھا۔

انہوں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا ''آئندہ اپنی ناپاک زبان سے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کا جملہ کہنے کی جرأت نہ کرنا ورنہ یہ بدتمیزی بہت جلد تجھے ذلت ناک موت سے دوچار کر دے گی۔'' وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے تھے انہوں نے عشاء کی نماز ادا کی پھر سجدے میں گڑگڑا کر دعا کی ''اے اللہ! میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ تیرے محبوب کی گستاخی کرنے والے کا کام تمام کر دوں گا مجھے حوصلہ عطا فرما اور ثابت قدم رکھ مجھے بھی اپنے محبوب کے عاشقوں میں شامل کر کے میری قربانی منظور فرما لے۔'' نماز سے فراغت کے بعد میاں محمد گارڈ روم گئے اپنی رائفل نکالی میگزین لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی چرن داس کو للکار کر کہا ''کم بخت! اب بتا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر باز پرس کا حق رکھتا ہوں یا نہیں؟'' وہ ڈیوٹی دے رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ پوزیشن سنبھالتا، ناموس رسالت کے شیدائی کی گولی اس کو ڈھیر کر چکی تھی۔

رائفل کی دس گولیاں اس کے جسم سے پار کرنے کے بعد میاں محمد نے سنگین کی نوک سے اس کے منہ پر پے در پے وار کئے سنگین سے وار کرتے ہوئے آپ کہتے ''اس ناپاک منہ سے تو

نے میرے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی؟'' چرن داس کو واصل جہنم کرنے کے بعد میاں محمد نے کمانڈنگ افسر سے کہا ''کسی مسلمان افسر کو بھجواؤ تاکہ میں رائفل پھینک کر خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں۔'' چنانچہ آپ کے علاقے کے ایک مسلمان جمعہ دار عباس خان کو بھیجا گیا گرفتاری کے بعد غازی کو پوری پلٹن کے سامنے بلا کر انگریز کمانڈنگ افسر نے پوچھا ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' غازی نے جواب دیا ''چرن داس نے حضور ﷺ کی شان مین گستاخی اور بد کلامی کی میں نے اسے روکا وہ باز نہ آیا میں نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب آپ کا جیسے جی چاہے قانونی تقاضے پورے کریں۔''

اس پر خود کمانڈنگ افسر نے تاکید کی کہ میاں ذرا سوچ کر بات کرو ہوش میں آؤ تمہارے ابتدائی بیان قلم بند ہو رہے ہیں ان میں ردوبدل نہ ہو سکے گی۔ غازی نے فرمایا ''میں ہوش میں ہوں میں نے جو کچھ کیا سوچ سمجھ کر کیا، میرا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔'' ۱۴ اگست کو غازی صاحب کا کورٹ مارشل شروع ہوا، پانچ دن کاروائی ہوئی کل اٹھارہ گواہوں کے بیانات قلم بند ہوئے، تین ڈاکٹروں کی شہادتیں ریکارڈ پر آئیں۔ جرح کے دوران ان کے وکیل نے یہ موقف اختیار کیا کہ غازی نے جو کچھ کیا ہماری رائے میں وقوعہ کے وقت وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکا تھا۔ لیکن غازی اپنے ابتدائی بیان پر ڈٹے رہے ''میں نے جو کچھ کیا خوب سوچ سمجھ کر کیا اور یہی میرا فرض تھا، چرن داس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی سو میں نے اس کو ہلاک کر دیا۔''

کورٹ مارشل کے دوران ان کے وکیل نے کہا کہ وہ یہ کہیں کہ میں نے گولی اپنی جان بچانے کے لیے چلائی کیونکہ چرن داس بھی مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن غازی صاحب نے سختی کے ساتھ اس تجویز کو مسترد کر دیا اور فرمایا ''میری ایک جان تو کیا اگر میری ہزاروں جانیں بھی ہوتیں تو آقائے نامدار کی شان میں قربان کر دیتا۔'' ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو پلٹن نے غازی کو سزائے موت کا حکم سنایا جس کا جواب غازی نے مسکرا کر دیا۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو وائسرائے ہند کے پاس اپیل کی گئی

جو مسترد کر دی گئی۔ اپیل مسترد ہونے کے بعد فوجی حکام نے ۱۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو سزا پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جن لوگوں نے آخری وقت میں آپ کی زیارت کی ان کا کہنا ہے کہ چہرے پر سرور و تازگی اور آنکھوں میں چمک کہیں زیادہ ہو گئی تھی۔ والدین سے آخری ملاقات میں ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔ اس موقع پر آپ کی والدہ اپنے ۲۳ سالہ جواں سال بیٹے کا دیوانہ وار کبھی سر چومتی کبھی چہرہ۔ والد محترم نے بہ ہزار مشکل اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔

۱۱۔ اپریل کی رات انہیں مدراس سول جیل لے جایا گیا، رات بھر آپ عبادت میں مشغول رہے تہجد کے بعد غسل کیا سفید لباس زیب تن فرمایا پھر آپ کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا تختہ دار پر کھڑے ہوتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا ''سرکار! میں حاضر ہوں'' اور پھانسی کا پھندا آپ کے گلے میں ڈال دیا گیا اور تختہ دار کھینچ دیا گیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے پر برستا ہوا نور اور فزوں ہو گیا فضاء کی عطر خیزی کچھ اور بڑھ گئی، یہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۲ اپریل ۱۹۳۱ء کی صبح تھی وقت پانچ بج کر پینتالیس منٹ۔

شہادت کے وقت اس عاشقِ رسول کا چہرہ ہشاش بشاش تھا وہ تختہ دار پر نہ تڑپے نہ گردن لٹکی۔ ڈاکٹر کی تصدیق کے بعد جسد خاکی کو ورثاء کے حوالہ کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت کھلتی ہوئی سفید رنگت والے اس خوبصورت نوجوان غازی میاں محمد شہید کی عمر صرف ۲۳ سال تھی۔ انہیں مدراس سینٹرل ریلوے اسٹیشن سے تین میل دور ایک بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

ایک مسلمان کتنا ہی کمزور ایمان والا کیوں نہ ہو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ میری بہنو! تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ وہ بچپن ہی سے غازی عامر چیمہ شہیدؒ اور غازی میاں محمد شہیدؒ بننے کی ٹھان لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ناموس رسالت کا تحفظ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

نہ جب تک کٹ مروں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

جادو، آسیب اور جنات

ادارہ کو موصول ہونے والے بہت سے خطوط میں جادو کی حقیقت کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے ان سے بچاؤ کے طریقے معلوم کیے جاتے ہیں، خصوصاً ہماری بہنیں اس معاملے میں بہت فکرمند رہتی ہیں۔ سطور ذیل میں ہم ان شاء اللہ جادو، آسیب اور جنات کی حقیقت بتلانے کے بعد ان سے محفوظ رہنے کی چند تدابیر ذکر کریں گے۔

جادو اور جنات کا وجود برحق ہے اور قرآن و حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے بعض لوگ ان چیزوں کے وجود کا انکار کر بیٹھتے ہیں، یاد رکھیں یہ طرز عمل انتہائی خطرناک ہے۔ آسیب یعنی جنات کے مسلط ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں بسا اوقات لوگ کسی جادوگر اور کالا علم کرنے والے کے ذریعے جن کو آدمی پر مسلط کر دیتے ہیں اس صورت میں جادو کے توڑ کی کوشش کی جائے اور اس کا بہترین طریقہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت اور طہارت و پاکیزگی میں ہے۔ ظاہری اور باطنی طہارت کا اہتمام رکھنے والا شخص ان شیطانی اثرات سے بہت حد تک محفوظ رہتا ہے۔

بعض لوگوں سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جاتا ہے کہ جنات ان کے دشمن بن کر ان کے سر پر مسلط ہو جاتے ہیں، یہ صورتحال خاصی پریشان کن ہوتی ہے۔ ایسے مریض کا علاج یہ ہے کہ مریض کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پکڑ کر ''منزل'' ☆ پڑھیں جب جن حاضر ہو جائے تو مریض کے دائیں کان میں اذان دیں اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔ اس کے علاوہ ''منزل'' کو پڑھ کر پانی پر دم کریں اور آسیب زدہ شخص کو یہی پانی پلائیں۔

☆ یہ منتخب قرآنی آیات پر مشتمل چھوٹا سا کتابچہ ہے اور کسی بھی کتب خانے سے مل سکتا ہے۔

وقفے وقفے سے یہی دم شدہ پانی اس پر چھڑکتے رہیں۔ایک پاؤ خالص سرسوں کا تیل لے کراس پر تین مرتبہ ''منزل'' پڑھ کردم کریں اور مریض تین رات تک مسلسل یہ تیل پورے جسم پر ملے اور صبح اٹھ کر غسل کرے ان شاء اللہ جنات کے شر سے نجات مل جائے گی۔

جس گھر میں جادو کے اثرات ہوں یا جنات تنگ کرتے ہوں وہاں سورۃ طارق کی آخری آیات'' اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا۔'' چار عدد کیل لے کر ہر کیل پر پچیس پچیس مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور یہ چاروں کیل مکان کے چاروں کونوں میں گاڑ دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کی برکت سے تمام آسیبی اور شیطانی اثرات زائل ہو جائیں گے۔

خود پر اعتماد رکھیں اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے جنات سے زیادہ خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کبھی سامنا ہو جائے تو اپنے آپ پر قابو رکھیں، اعتماد سے گفتگو کریں۔ اگر جنات ڈرانے کی کوشش کریں تو مسکرا دیں اور آیت الکرسی اور معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ لیں۔ یاد رکھیں کہ انسان کا جنات سے خوفزدہ ہونا جنات کی سرکشی کو بڑھا دیتا ہے۔ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

''وَاَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْھُمْ رَھَقاً۔''

ہمیشہ حلال رزق استعمال کریں، حرام کا لقمہ قلب وروح کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مردہ دل اور بیمار روحیں شیاطین کے لیے تر نوالہ ہوتے ہیں۔

جنات چونکہ آگ سے بنے ہیں اس لیے ان کی فطرت میں شرارت کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے لہذا بغیر کسی کامل استاذ کی رہنمائی کے ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے اور نہ ان کو اپنے تابع کرنے کے لیے عملیات کا سہارا لیا جائے یہ شوق اکثر اوقات گلی کی ہڈی بن کر رہ جاتا ہے۔

ایک اہم بات یہ کہ وہم سے بچیں آج کل جس شخص سے کہہ دیا جائے کہ تم پر جادو ہے یا جنات کا سایہ ہے وہ فوراً یقین کر لیتا ہے اور نفسیاتی مریض بن جاتا ہے حالانکہ یہ واقعات بہت کم

ہوتے ہیں خیر! یہ ایک علیحدہ اور تفصیلی بحث ہے مختصر یہ کہ اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

آخر میں خصوصاً اپنی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے کہ پیشہ ور اور بدعقیدہ عاملین کے چنگل میں پھنس کر اپنی ناموس اور ایمان کو خطرے میں نہ ڈالیں اگر بہت زیادہ مجبوری ہو تو اپنے کسی محرم کے ساتھ جائیں اور جانے سے پہلے تصدیق کروالیں کہ وہ عامل، صاحبِ ایمان وتقویٰ، باحیاء اور صحیح العقیدہ شخص ہے۔ تاہم کوشش یہ کی جائے کہ تعویذ وغیرہ اپنے کسی محرم سے منگوالیں اور خود گھر پر ہی رہیں، اکیلے کسی عامل کے پاس جانے کا خیال ہی دل سے نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالا یمان فرمائیں اور شیطانی چالوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

کیسے حساب دوگے؟؟؟

ڈاکٹر محمد ساجد انجم، میترانوالی

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے سے کہا:

''بیٹے دن بھر جو کام کرو، شام کو ہمیں اس سے آگاہ کیا کرو۔''

بیٹے نے باپ کی بات سنی اور بولا: ''بہت بہتر ابا جان''

وہ اب ہر کام سوچ سمجھ کر کرتا اور پھر اسے یاد بھی رکھتا تھا۔ شام کو ان کاموں سے اپنے باپ کو آگاہ بھی کرتا تھا۔ ایک ایک کام کی تفصیل بتانا اس کے لیے آسان نہیں تھا۔ بڑی مشکل پیش آتی تھی۔ ایسا کرتے ہوئے جب اسے کئی دن گزر گئے تو وہ اپنے باپ سے کہنے لگا:

''ابا جان! آپ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔''

بیٹے کی بات سن کر وہ بولے:

''تم اپنے بوڑھے باپ کو حساب نہیں دے سکتے، ایسا کرتے ہوئے تمہیں بے حد مشکل پیش آتی ہے۔ میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ جو سارے علوم کا مالک ہے، وہ ہر ظاہر اور چھپی ہوئی بات سے آگاہ ہے، اسے کیسے حساب دوگے؟''

باپ کی بات سن کر بیٹے کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

مولانا صاحب!

میری ایک کزن ہے جو ہاف بازو پہنتی ہے میں نے اسے روکا تو کہنے لگی کہ اسلام میں اتنی سختی نہیں مولانا صاحب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا واقعی اسلام میں اتنی سختی نہیں یا کوئی اور بات ہے؟ (درثمین، لاہور کینٹ)

جواب:

محترم بہن! اللہ تعالی نے خواتین کے لیے پردے کو فرض فرمایا ہے اور عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنا سارا بدن ڈھانپ کر رکھے۔ ہاف بازو والی قمیص پہننے سے آدھے بازو نظر آتے ہیں اور یہ سخت گناہ ہے اپنی کزن کو بتا دیں کہ عورتوں پر اسلام نے پردے کے معاملے جو پابندیاں لگائی ہیں ان کا خیال رکھنا مسلمان خواتین کے ذمے لازم ہے۔ اللہ تعالی سمجھ عطا فرمائیں۔

☆☆☆

آج کل گرمی کا موسم ہے اس لیے لون اور کاٹن کے کپڑے پہننے پڑتے ہیں بعض کپڑے کچھ زیادہ ہی باریک ہوتے ہیں پوچھنا یہ ہے کہ کیا لون اور کاٹن وغیرہ کے کپڑے پہنے جا سکتے ہیں؟ (درثمین، لاہور کینٹ)

جواب:

لون اور کاٹن کا لباس پہننا درست ہے لیکن اگر کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے بدن نظر آتا ہو یا رنگت جھلکتی ہو تو ایسا کپڑا استعمال کرنا جائز نہیں اسی طرح اتنا تنگ لباس پہننا بھی درست نہیں جس میں سے بدن کی بناوٹ نظر آتی ہو۔ اللہ اپنی حفاظت میں رکھیں۔ آمین

خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ماجدہ خان، DHA لاہور

ماشاء اللہ آپ کا حوصلہ بہت بڑا اور جذبہ بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس مبارک مقصود تک پہنچائیں۔اس مبارک مقصد کے لیے آپ درج ذیل امور کا پورا پورا التزام کریں:

رات دن میں ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی پوری پوری کوشش کرتی رہیں۔روزانہ سورۂ احزاب کی تلاوت کریں، نیز تفسیر معارف القرآن (مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) میں اس سورت کا ترجمہ اور تفسیر روزانہ کم از کم آدھا گھنٹہ یکسوئی سے دیکھیں۔اگر کسی بات کا معنیٰ سمجھنے میں کوئی مشکل درپیش ہو تو اپنے افرادِ خانہ میں سے کسی مرد کے ذریعے کسی عالم دین سے پوچھ لیا کریں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی سیرت طیبہ پر لکھی ہوئی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ'' کا مطالعہ کیا کریں نیز مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کے جو صیغے فضائل درود شریف میں نقل فرمائے ہیں ان کو روزانہ ایک دفعہ باوضو خوشبو لگا کر پڑھ لیا کریں۔حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام رکھیں، اگر کچھ کوتاہی ہو جائے تو جلد از جلد اس کی تلافی کریں۔

عبادات میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی کوشش کریں، جسم اور روح کی پاکیزگی کا اہتمام کریں، قلب ونظر، اعضاء وزبان کی حفاظت کریں، شرعی پردہ کا خصوصی خیال فرمائیں۔ بہشتی زیور میں ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے ''مرید بلکہ ہر مسلمان کو رات دن اس طرح رہنا

چاہیے" یہ تقریباً دو صفحات کا مضمون ہے، ہفتہ میں ایک مرتبہ اطمینان سے اس کو پڑھ لیا کریں اور اس پر عمل کی پوری پوری کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اس سعادت سے بہرہ ور فرمائیں۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

عرض یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خواب میں دیکھے تو اس کا کیا معیار ہے کہ واقعی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا؟ اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی انسان مختلف حالتوں میں دیکھتا ہے جیسے (جوان، بوڑھا، مختلف شکلوں میں یا لباسوں میں یا مختلف زبان بولتے ہوئے)، تو کیا یہ مانا جائے کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ اور کیا اگر خواب میں صرف آواز آئے اور یہ بتایا جائے یا گمان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو کیا وہ صحیح تسلیم ہوگا؟ اور کیا ان کا حکم ماننا لازم ہوگا؟ اور تمام صحابہ اور فرشتوں کو خواب میں دیکھنے کا کیا معیار ہے کہ واقعی حق یا سچ دیکھا؟ اس کا جواب ضرور دیجیے گا۔

ماجدہ خان، DHA لاہور

ا۔ اگر کوئی شخص خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے یا خواب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سنتا ہے یا خواب میں اس کے گمان و ذہن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا محسوس ہوتا ہے تو بلاشبہ اس کو زیارتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف سے نوازا گیا ہے، خواب میں اس قسم کی زیارتِ مبارکہ کی احادیث میں ضمانت دی گئی ہے۔ البتہ اگر خواب دیکھنے والا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کو اس کے برخلاف دیکھے جو سیرت طیبہ کی کتب میں مذکور ہے تو اس کی وجوہات دوسری ہوتی ہیں اور اس طرح کا کوئی معاملہ درپیش ہو تو فوراً کسی معتبر عالم دین سے اس کا مطلب دریافت کر لینا چاہیے۔ تاہم جب خواب میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہونا محسوس ہو جائے تو یہ زیارت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی زیارت ہوگی۔

۲۔ اگر خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی حکم ارشاد فرمائیں تو اس کی تفصیل لکھ کر علماء اور مفتی حضرات سے معلوم کرلیا جائے اور پھر جیسے وہ کہیں ویسے اس مبارک حکم پر عمل کیا جائے، اپنی عقل اور سمجھ کو معیار نہ بنایا جائے۔

۳۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا فرشتوں کو خواب میں دیکھا جائے تو اغلب یہی ہے کہ اس قسم کا خواب بھی سچا ہی ہے تاہم خواب دیکھنے والوں کے اعتبار سے تعبیرات بہت مختلف ہوتی ہیں، اس لیے خواب دیکھنے والے کو چاہیے کہ اس کے لیے علماء سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ کن بات اپنے ذہن میں نہ جمائے۔

☆☆☆

مولانا صاحب! میں نے کئی بار خواب میں سانپ کو دیکھا ہے اور یہ خواب مجھے ہر چند دن بعد نظر آتا ہے، لیکن سانپ سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے بعد میں نے کل خواب دو قبریں دیکھیں جو کھلی ہوئی تھیں ایک قبر والا آرام سے سو رہا تھا جبکہ دوسری قبر والا شخص عذاب میں مبتلا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے کچھ دوست بھی میرے ساتھ ہیں میں نے اپنے دوستوں سے قریب آنے اور اس آدمی کے لیے دعا کرنے کو کہا۔ ہم نے ان کے لیے فاتحہ پڑھی، اس دعا کے بعد فوراً اسے عذاب سے راحت مل گئی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ ریحان عمر، سمندری

نفس اور شیطان آپ کو اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ ناجائز طریقے سے مال کمانے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، لیکن چونکہ آپ سانپ کے ڈسنے سے محفوظ رہے ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے آپ اس شیطانی جال سے محفوظ رہیں گے، اعمال حسنہ کا اہتمام فرمائیں اور مشتبہ چیزوں سے بھی بچتے رہیں۔

دوسرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ زندہ لوگوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اس لیے آپ اپنے اعزہ واقارب؛ جو اس دنیا سے جاچکے ہیں؛ ان کے لیے ایصال ثواب کرتے رہا کریں اور ان کے لیے کوئی صدقۂ جاریہ شروع کروادیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے بچپن میں اپنے سارے گھرانے میں بلکہ خاندان میں یہ معمول دیکھا کہ ہولی (ہندوؤں کی ایک رسم جس میں وہ ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں) کے دنوں میں رنگا ہوا کپڑا نہیں پہنا جاتا تھا اور سرخ رنگ سے بچنے کا نہایت ہی اہتمام دیکھا تھا۔ایک مرتبہ اپنے بچپن میں گھر کی عورتوں سے سنا کہ ایک بزرگ بہت ہی نیک، نماز روزے اور دیگر اعمال کے پابند تھے ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں ان کو دیکھا نہایت ہی پر تکلف مکان ہے نہایت ہی عمدہ بستر اور قالین ہیں اور نہایت ہی پر تکلف تخت پر آرام کر رہے ہیں مگر ان کے ہونٹوں پر ایک چھوٹا سا سانپ کا بچہ لپٹ رہا ہے۔خواب دیکھنے والے نے ان سے بڑی حیرت سے پوچھا کہ اس اعزاز و اکرام کے ساتھ سانپ کیسا؟ انہوں نے کہا کہ ہولی کے دنوں میں، میں پان کھا رہا تھا ایک مریل سا گدھا سامنے سے جا رہا تھا میں نے پان کی پیک اس پر تھوک کر مذاقاً کہہ دیا تھا آج ساری دنیا رنگی ہوئی ہے تجھے کسی نے نہ رنگا میں ہی رنگ دوں۔ یہ قصہ اور خواب ہمارے ہاں بچپن کے زمانے میں ہی مشہور تھا بوڑھیاں بہت ہی اہتمام سے دلہنوں اور نوعمر لڑکیوں کو سنایا کرتی تھیں۔

اس واقعہ سے یہ عبرت حاصل ہوئی کہ کفار کی مشابہت بھی عذاب کا سبب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ کفار کی نقل سے بچیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مشابہت اختیار کریں تا کہ قیامت کے دن ہمارا حشر بھی صحابہ کے ساتھ ہو۔اور جس طرح اللہ رب العزت صحابہ سے خوش ہوئے ہم سے بھی خوش ہو جائیں۔

(1) آنحضرت ﷺ کی وہ مہر جو ضروری مراسلات پر لگائی جاتی تھی، کس صحابی کی تحویل میں رہتی تھی؟

(2) حضرت آسیہ (زوجۂ فرعون) کے والد کا کیا نام تھا؟

(3) کسی شخص نے اپنا سامان، سونا، چاندی وغیرہ بطور رہن کسی دوسرے کے پاس رکھوایا ہو تو اس مال کی زکوۃ کون دے گا؟

(4) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کن کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے؟ کوئی سے پانچ نام بتائیں۔

(5) ''میسوپوٹیمیا'' کس ملک کا پرانا نام ہے؟

(6) اردو کے دو مشہور ناولز ''ابن الوقت'' اور ''بنت الوقت'' کے مصنفین کے نام بتایئے۔

(7) کیا مچھلیاں سوتے وقت اپنی آنکھیں بند کرتی ہیں؟

(8) مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف پہلا فتوی کس سن میں دیا گیا؟

(9) چار ایسی دھاتوں کے نام بتائیں، جو سونے سے زیادہ قیمتی ہیں؟

(10) برطانوی سامراج سے نجات کی مشہور ''تحریک ریشمی رومال'' کے بانیان کے نام بتائیں۔

سابقہ سوالات کے جوابات:

ا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۲۔ رازدان، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
۳۔ 158ھ
۴۔ علامہ ظفر احمد عثمانی

۵۔مولانا احمد علی لاہوری	۶۔کینیڈا
۷۔مراکش	۸۔پیولوڈی اٹالیا، 1914ء
۹۔میوگو	۱۰۔فرانس

ہماری اس ماہ کی ونر ہیں نورین خان، کراچی؛ ادارہ ان کو مبارک باد کے ساتھ ساتھ حسب وعدہ انعامی کتب بھی ارسال کررہا ہے۔

نوٹ: 15 جولائی تک جوابات کا پہنچانا ضروری ہے ورنہ آپ کا نام قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیا جائے گا۔آپ جوابات ای میل کے ذریعے بھی بھیج سکتی ہیں،ایڈریس یہ ہے:

islahunnisa@gmail.com

دھوکے باز سانپ

عابد جمشید رانا

دور دور تک کسی ذی روح کا نام نہیں تھا، رستہ بہت طویل اور پرخطر تھا لیکن وہ اس ویرانی سے بھلا کیوں کر خوف زدہ ہوتے؟ ان کے دل میں تو صرف اسی ایک ذات کا خوف تھا جس کی رضا کی تلاش میں وہ طلب علم کے لیے بستی بستی پھر رہے تھے۔ اپنے اللہ کو یاد کرتے وہ اس سنسان جنگل سے گذر رہے تھے۔ اپنی کتابوں کو وہ اپنا اصل سرمایہ تصور کرتے تھے اور یہ سرمایہ ایک تھیلے میں ان کے کندھے سے لٹک رہا تھا چلتے چلتے انہیں اچانک رک جانا پڑا۔ درمیانی جسامت کا ایک سانپ ان کا رستہ روکے کھڑا تھا۔

ایک لمحے کو وہ چونکے پھر راستہ بدلنے کی خاطر اپنا رخ موڑنے ہی والے ہی تھے کہ حیرت نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا، سانپ منہ کھول کر انسانی آواز میں کلام کر رہا تھا۔

''اے اللہ کے بندے! مجھے پناہ درکار ہے۔''

''کیوں؟ کس سے؟ کس لیے؟'' وہ حیرت سے گویا ہوئے

''مجھے ایک دشمن سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے خدا کے لیے مجھے پناہ دے دو۔'' سانپ بڑی لجاجت سے بولا

انہوں نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا پھر بولے: ''ٹھیک ہے آجاؤ یہاں میری چادر کے نیچے آجاؤ میں تمہیں یہاں چھپا لیتا ہوں اس طرح تم اپنے دشمن سے محفوظ رہو گے۔''

''نہیں نہیں وہ بڑا ظالم ہے وہ مجھے یہاں سے ڈھونڈ نکالے گا پھر تم مجھے اس سے نہیں بچا پاؤ گے۔'' سانپ گڑگڑایا

''اور کہاں چھپاؤں تمہیں؟'' وہ بولے

''تم اپنا منہ کھولو میں تمہارے پیٹ میں اتر جاتا ہوں۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' وہ الجھ گئے

''خدا کے لیے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔'' سانپ بُری طرح گڑگڑا رہا تھا

''اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا تعلق کس امت سے ہے؟'' انہوں نے ایک خیال کے تحت پوچھا

''میں محمد ﷺ کو ماننے والا ہوں۔'' سانپ فوراً بولا

''تب ٹھیک ہے، آجاؤ۔'' انہوں نے منہ کھولا اور سانپ ان کے پیٹ میں داخل ہوگیا۔ یہ عمل کرتے وقت وہ ذرا بھی نہ ہچکچائے تھے آخر ان کے محبوب نبی ﷺ کا نام نامی درمیان میں آ گیا تھا۔ ایک مظلوم کی امداد ہورہی تھی اور وہ مظلوم اگرچہ ایک خطرناک اور ناقابل اعتبار برادری سے تعلق رکھتا تھا لیکن بقول خود وہ ان کے پیارے حبیب جناب محمد ﷺ کو مانتا تھا۔

وہ حدیث کے طالب علم تھے اور یہ حدیث مبارک انہوں نے پڑھ رکھی تھی جس میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ جب بھلائی اور احسان والا یہ عمل حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو وہ بہت خوش ہوں گے۔

پیٹ کے اندر سانپ کو بٹھائے وہ اپنے راستے پر ہولیے۔ کچھ آگے گئے تو ایک نیزہ بردار گھڑ سوار سے ملاقات ہوئی اس نے انہیں دیکھا تو رک کر بولا:

''بزرگوار! آپ نے اس رستے میں کوئی سانپ تو نہیں دیکھا؟''

''نہیں'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ اگرچہ کسی کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے پھر بھی انہوں نے اپنے اس جھوٹ پر اللہ تعالی سے خوب استغفار کیا۔

جب گھڑ سوار نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ سانپ سے مخاطب ہوکر بآواز بلند بولے

''باہر نکل آؤ تمہارا دشمن جا چکا ہے۔''

سانپ نے اپنا سر باہر نکال کر ادھر ادھر جھانکا پھر کہنے لگا:

''وہ تو چلا گیا، اب تم دو باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلو یا تو میں تمہارے جگر کے ٹکڑے کیے دیتا ہوں یا تمہارے دل کو ڈس لیتا ہوں۔''

''یہ کیا؟...... وہ تمہارا وعدہ اور جناب نبی کریم ﷺ کا پیروکار ہونے کا دعوی؟'' انہیں جھٹکا لگا

''ھاھا...... وہ تو سب جھوٹ تھا...... جان بچانے کا ایک بہانہ'' سانپ نے شیطانی قہقہہ لگایا ''تم نے نااہل پر احسان کیا اور فریبی پر اعتماد کی غلطی کی، اب اس کی سزا بھی بھگتو۔''

''اچھا پھر تم مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں سامنے والے پہاڑ کے دامن میں بہتے چشمے پر جا کر وضو کروں اور دو رکعت نماز ادا کرلوں۔''

''ٹھیک ہے تمہیں اتنی مہلت دے دیتا ہوں۔''

وہ دل ہی دل میں **اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ** پڑھتے ہوئے پہاڑ کی طرف چل دیے۔ چند قدم ہی چلے تھے کہ ایک سبز پوش سامنے آ کھڑا ہوا اور یوں گویا ہوا:

''اے ابومحمد! آپ کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے؟''

انہوں نے ساری کہانی سنائی تو اس سبز پوش نے ایک پتہ نکال کر دیا اور کہنے لگا اس پتے کو چبا کر کھا لیجئے۔ شیخ ابومحمد نے ایسا ہی کیا۔ چند لمحے گذرے ہوں گے کہ ان کے پیٹ میں سخت مروڑ اٹھا اور سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اجابت کے رستے باہر نکل گیا۔ شیخ ابومحمد نے تشکر آمیز نگاہوں سے اپنے محسن کی طرف دیکھا اور بولے ''آپ کون ہیں؟ اللہ آپ کو جزائے خیر دیں آپ نے اس موذی سے مجھے نجات دلائی ہے۔''

سبز پوش مسکرایا: ''میں ساتویں آسمان کا فرشتہ ہوں، جب تم نے **اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ** پڑھا تو میں ساتویں آسمان پر تھا مجھے حکم ہوا کہ تمہیں اس مصیبت سے نجات دلاؤں، یاد رکھو ابومحمد! کبھی بھی احسان اور بھلائی کو نہ چھوڑنا بھلائی خواہ کسی سے کی جائے رائیگاں نہیں جاتی۔''

شیخ ابومحمد تاریخ میں ''نمیری'' کی نسبت سے معروف ہیں اللہ ان پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں۔ یہ ایمان افروز واقعہ شیخ ابومحمد نے خود بیان کیا ہے۔

عربی پراٹھا

اجزاء:

قیمہ آدھا کلو — نمک حسب ذائقہ

انار دانہ دو بڑے کھانے کے چمچ — میدہ آدھا کلو

مرچ حسب ذائقہ — ہری مرچ چار عدد

انڈے چار سے پانچ عدد — گھی آدھی پیالی

کٹا سبز مصالحہ (ہرا دھنیا، پودینہ وغیرہ) ایک کپ

ترکیب:

1۔ آٹے یا میدے کو پراٹھوں کے آٹے کی طرح نمک ڈال کر نرم گوندھ لیں اور آدھے گھنٹے کے لئے ایک جانب رکھ دیں۔

2۔ قیمے کو نمک اور مرچ ڈال کر ابال لیں اور خوب خشک کر کے گلا لیں، پھر ٹھنڈا ہونے پر اس میں کٹا ہرا مصالحہ اور اگر پسند کریں تو انار دانہ بھی ملا سکتے ہیں۔

3۔ اب چوکور پیڑا بیلیں، ایک طرف تھوڑا سا قیمہ رکھیں اور اس پر انڈہ توڑ کر ڈالیں پھر چاروں کونوں سے بند کر دیں مگر احتیاط رکھیں کہ توے پر ڈالتے وقت کھلے نہیں۔

4۔ ایک جانب سے سک جائے تو گھی ڈال کر دوسری جانب سے بھی سینک لیں، مزیدار عربی پراٹھا تیار ہے۔

5۔ رائتے کے ساتھ پیش کریں اور خوب داد سمیٹیں۔

فلسفہ کا استاد طلبہ سے: ''ایک عام آدمی اور فلسفی کی سوچ میں کیا فرق ہے؟''

ایک طالب علم: ''بہت فرق ہے سر!''

استاد: ''کوئی مثال دو''

طالب علم: ''مثلاً دیوار پر اپلے لگے ہوئے ہوں تو عام آدمی کے لئے یہ کوئی خاص بات نہیں مگر فلسفی سوچے گا کہ آخر گائے دیوار پر چڑھی کیسے؟''

علی عبدالرحمٰن، لیہ

ایک دفعہ ایک فلسفی کا گزر ایک گاؤں میں ہوا جہاں ایک کولھو میں بیل چل رہا تھا اور اس کے گلے میں گھنٹیاں بندھی تھیں جو اس کے چلنے سے بج رہی تھیں۔

فلسفی نے کسان سے پوچھا ''یہ بیل کے گلے میں گھنٹیاں کس لئے باندھی ہوئی ہیں؟''

کسان نے جواب دیا: ''میں ادھر اپنا کام کر رہا ہوں اگر بیل چلتے چلتے رک جائے تو گھنٹیوں کی آواز بند ہو جائے گی اور مجھے پتا چل جائے گا۔''

فلسفی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر پوچھا

''لیکن اگر بیل ایک جگہ ہی کھڑا ہو کر سر ہلانا شروع کر دے تو تمہیں کیسے پتا چلے گا''

''یہ بیل ہے جناب! فلسفی نہیں'' کسان نے جواب دیا

حمزہ محمد علی، D.G خان

ایک گنجے کے سر پر مکھی کو بیٹھے دیکھ کر دوسری مکھی بولی ''واہ! کیا خوبصورت گھر ہے تمہارا!!!''

''پہلی مکھی: گھر کہاں، ابھی تو پلاٹ خریدا ہے۔''

محمد نبیل مشتاق، نارووال

ایک بار ایک سکھ، ایک گنجا اور ایک حجام لمبے سفر پر نکلے راستے میں رات ہوگئی، طے یہ پایا کہ تمام لوگ باری باری پہرہ دیں گے۔ پہلی باری حجام کی تھی، کچھ دیر تک تو اس نے آرام سے پہرہ دیا مگر پھر اس کے ہاتھ میں کھجلی ہونے لگی، اور کچھ نہ سوجھا تو استرا پکڑ کر سکھ کا سر مونڈ دیا۔

حجام کے بعد سکھ کی باری تھی حجام نے اسے اٹھایا اور خود سو گیا۔ سکھ نے سوچتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرا تو چونک گیا ''بیڑہ غرق'' اس کے منہ سے نکلا ''اٹھانا مجھے تھا، اٹھا گنجے کو دیا۔''

معاویہ جبار، چک شیر سنگھ

علامہ اقبال کو آم بہت پسند تھے، ایک مرتبہ وہ شدید بیمار پڑ گئے اور ڈاکٹر نے آم کھانے سے منع کر دیا۔ علامہ کے شدید اصرار پر ڈاکٹر صاحب نے دن رات میں صرف ایک آم کھانے کی اجازت دے دی۔ اگلے دن ڈاکٹر صاحب چیک اپ کے لیے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میز پر دو کلو کے قریب وزنی آم رکھا ہے۔ وہ غصے سے بولے: ''حضرت! یہ کیا ہے؟ میں نے تو آپ کو آم کھانے سے منع کیا تھا۔''

علامہ اقبال بڑی سادگی سے بولے: ''ڈاکٹر صاحب! ایک ہی تو ہے!''

محمد اعجاز، قصور

ایک بچے کو اس کی ماں نے جب مارا تو وہ چارپائی کے نیچے چھپ گیا۔ باپ نے جھانک کر دیکھا تو بولا: ''آپ کو بھی امی نے مارا ہے؟ آئیں چارپائی کے نیچے آجائیں۔''

فیاض الرحمٰن، خوشاب

ایک شخص کو مذاق کرنے کی بڑی عادت تھی۔ اس نے اپنے دوست کو بیرنگ خط لکھا، خط میں صرف ایک جملہ لکھا کہ میں خیریت سے ہوں۔ جواب میں اسے ایک بھاری بیرنگ لفافہ موصول ہوا اس نے کافی سارے پیسے دے کر وہ پارسل چھڑوایا اور گھر آ کر خوشی خوشی کھولا تو اندر سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھا تھا: ''آپ کی خیریت کی اطلاع پا کر میرے دل سے یہ بھاری پتھر ہٹ گیا۔''

مریم شہباز، لاہور

عمرؓ پہ الزام دھرنے والو، عمرؓ کی توہین کرنے والو
عمرؓ تو داماد علیؓ کا، علیؓ سے کر کے سوال دیکھو
(فیاض الرحمٰن، خوشاب)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے
(فیاض الرحمٰن، خوشاب)

ہر ابتدا سے پہلے، ہر انتہا کے بعد
ذات نبی بلند ہے ذات خدا کے بعد
(ام حذیفہ، گاؤں ٹانگو والی)

سیرت نہ ہو تو عارض و رُخسار سب غلط
خوشبو اُڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا
(رمضانہ کوثر، لاہور)

مومن جو فدا نقش کف پائے نبی ﷺ ہو
زیر قدم آج بھی ہو عالم کا خزینہ
گر سنت نبوی کی کرے پیروی امت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ
(از حضرت الشاہ حکیم محمد اختر)

ہم نے تو صدیوں چراغوں کو یہی درس دیا ہے
بجھنا ہے تو ٹکرا کے بجھو اندھی ہوا سے
(فیاض الرحمٰن، خوشاب)

ہم نے ہر حال میں اس شوخ کے گن گائے ہیں
دے چکے داد وفا تو داد جفا بھی دیں گے
(کوثر رفیق، کمالیہ)

یہ درسِ اوّلیں مجھ کو ملا میرے بزرگوں سے
بہت چھوٹے ہیں وہ، اوروں کو جو چھوٹا سمجھتے ہیں
(عریش، کوئٹہ)

پھر اداسیاں احساسات پہ ہیں چھا گئیں
بلبل کا نغمہ یوں لگے فریاد ہو جیسے
(محمد اعجاز، قصور)

قلب میں عشق صحابہ سے اجالا ہوگا
ارے بے خبر تیرے گناہوں کا ازالہ ہوگا
تو کیا سمجھتا ہے کہ عبادت ہے تبرا بازی
ایسے بدبخت کا منہ حشر میں کالا ہوگا
(فیاض الرحمٰن، خوشاب)

نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشۂ فراغت
یہ عجب جہاں ہے نہ قفس نہ آشیانہ
تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ
(عمرانہ خانم، علی پور)

چشم اقوام یہ نظارہ عبد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنا لک ذکرک دیکھے
(نورین، شاہکوٹ)

ہم اہل طریقت کی یہی رسم رہی ہے
زندان میں یا حلقہ سادات میں رہنا
(محمد سمعان، گوجرانوالہ)

کہیں سامان مسرت کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے کہیں اشک کہیں شبنم ہے
(سبحان، فیروز وٹواں)

واقف ہو اگر بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار
(ثوبیہ، نورین، فائزہ)

دم گھٹا جاتا ہے افسردہ دلی سے یارو
کوئی افواہ ہی اڑا دو کہ کچھ رات کٹے
ہجر میں اہ وبکاء رسم کہن ہے لیکن
آج یہ رسم ہی دوہراؤ کہ کچھ رات کٹے

یہ محمد ﷺ کی غلامی بڑا صلہ دے گی
گلاب کی طرح چہرہ کھلا دے گی
مت چھوڑنا کبھی دامن مصطفٰے ﷺ کا
یہ محبت آپ کو خدا سے ملادے گی
(ملکہ مریم، مکی صحابہ)

جان کر منجملہ خاصیان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے
(رفعت شفیق، شاہدرہ)

میں خود غرض نہیں کہ خوشیوں پہ مرمٹوں دوست
غم بھی مجھے عزیز ہیں اپنوں کے دیے ہوئے
(محمد نبیل مشتاق، سراج، نارووال)

دشت وفا میں جب نہ ملا کوئی آشنا
پہروں کرتے رہے دعا ہم افتادگی کے ساتھ
(جویریہ شاہین، حافظ آباد)

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
(شبیر احمد، شیخوپورہ)

بہار عمر جب آخر ہوئی واپس نہیں آتی
درخت اچھے کہ پھلتے ہیں نئے سرے سے جواں ہوکر
ضعیفی زور پر آئی، ہوئے بے دست وپا اکبر
کیا بچوں سے بدتر ہم کو پیری نے جواں ہوکر

دروازے پر دستک ہوئی، ''آجاؤ'' کہہ کر میں پھر اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔نور آپا چائے لے کر آئی تھی اس نے چائے میز پر رکھ دی اور کہا ''کیسی ہو بیٹا؟''

''بس کرم ہے خدا کا'' میں نور آپا کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

میں کالج میں پرنسپل تھی نور آپا اس کالج میں ملازمہ تھی نام تو اس کا بیگم نور تھا پر کالج میں سب اسے نور آپا کہتے تھے ٹیچرز اور مہمانوں کے لیے چائے بنانا اس کی ذمہ داری تھی لیکن وہ اس ذمہ داری سے زیادہ دوسروں کی غیبت کرنا، ایک کی بات دوسرے اور دوسرے کی بات تیسرے تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتی تھی اسی وجہ سے میں اس کے آنے پر ذرا ناخوش سی ہوتی۔اکثر اوقات اسے سمجھا بھی دیتی لیکن کیا مجال کہ اس کے کان پر جوں بھی رینگتی۔میرے سمجھانے پر اس وقت تو تھوڑا منہ بناتی لیکن تھوڑی دیر بعد پھر ویسی ہی ہو جاتی کوئی بات بھی دل میں نہ رکھتی تھی بس اس کی یہی عادت مجھے اچھی لگتی تھی اور اسی عادت کی بدولت مجھے اس سے تھوڑا لگاؤ تھا دیگر ٹیچرز تو اس سے دور بھاگتی تھیں۔

آج بھی وہ چائے لے کر آئی اور کرسی پر بیٹھے سے پہلے ہی اپنی باتوں کا آغاز کر دیا

''آپ مس فرحت کو تو جانتی ہوناں؟ کل کالج آتے وقت اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔''

''کیا؟ کیسے؟'' میں نے دو تین سوال ایک ساتھ کر ڈالے

''کیسے ہونا تھا ایکسیڈنٹ؟ ارے جب دیکھو بازار میں گھوم رہی ہوتی ہے، جب دیکھو......''

ابھی اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی، میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آواز سنائی دی جلدی کیجئے ایمرجنسی ہے، نور بیگم سے بات

کروایئے۔میں نے ریسیور نور آپا کے ہاتھ میں دے دیا اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنے لگی۔اتنے میں ریسیور نور آپا کے ہاتھ سے گر بھی چکا تھا اور وہ پسینے سے شرابور ہو چکی تھی، اسی وقت اٹھی اور بھاگتے ہوئے چلی گئی مجھے اس سے پوچھنے کا موقع ہی نہ ملا کہ کیا ہوا ہے؟ بعد میں پتہ چلا کہ بازار جاتے وقت اس کی بیٹی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ ہسپتال میں ہے۔اب نور آپا کے سامنے غیبت کا انجام تھا اسے بار بار اپنی باتیں یاد آرہی تھیں اسی وقت اس نے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے کہ خدایا میری بیٹی کو بچالے میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب کبھی غیبت نہ کروں گی خدا نے کرم کیا اور اس کی بیٹی کو بچالیا اب نور آپا کی غیبت والی عادت چھوٹ چکی ہے۔

اور خبردار! جو آپ نے مجھے غیبت خور سمجھا! میں نے یہ کہانی لکھ کر پہلے نور آپا کو سنائی ہے اور انھوں نے ناراضی کا اظہار کیے بغیر خوشی سے مجھے اجازت دی اور کہا کہ شاید اس سے کسی اور کو بھی سبق حاصل ہو جائے۔

بدگمانی کا علاج

محمد عابد جامعہ حقانیہ

بدگمانی سے مسلمانوں میں باہمی عداوت، نفرت، حقارت، حسد اور غیبت کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔جب کسی کی طرف سے برا گمان آئے تو فوراً یہ خیال کرے کہ بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل اور گواہی پیش کرنی ہوگی اور ہمارے پاس یقینی دلیل اور گواہی موجود نہیں تو کیوں جھگڑے میں پڑیں؟ کیوں نہ ہم نیک گمان رکھیں تاکہ بلا دلیل اور بلا گواہی ہم کو ثواب ملتا رہے۔

جو لوگ ادھر کی بات ادھر لگاتے رہتے ہیں اور مسلمان میں نفرت عداوت پیدا کرتے ہیں ان کو چغل خور کہتے ہیں۔چغل خور کا علاج یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص کے پاس پہنچادے اور اس سے دریافت کرے کہ ”یہ آپ کے بارے میں یہ بات مجھے بتاتا ہے کیا یہ درست ہے؟“ اگر جھوٹا نکلا تو پھر کبھی چغلی نہ کرے گا اور اگر سچا ہوا تو وہ شخص شرمندہ ہو کر معذرت کرے گا اور اس چغل خور کو پھر کبھی چغلی کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔

آپ نے لکھا

انکل السلام علیکم! آپ نے مئی کے شمارہ میں جو کہانی ''نقصان دہ محبت'' کے نام سے شائع کی وہ میں نے بھیجی تھی جب کہ اس کے اوپر نام کسی اور کا لکھا گیا۔ مئی کے شمارے میں ''ابا جی'' نقل شدہ تھی یہ کہانی بچوں کا اسلام کے شمارہ نمبر 244 میں شائع ہو چکی ہے۔ (فوزیہ، مانسہرہ)

جواب: ''نقصان دہ محبت'' آپ کی ہی کہانی تھی، غلطی سے دوسرا نام لکھا گیا، اس غلطی پر ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ مسز جاید اقبال کو چھ ماہ کے لیے بلیک لسٹ کر دیا گیا ہے۔

محترم مدیر اعلیٰ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خواتین کے میگزین تو پہلے سے ہی بخوبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن اصلاح کے ساتھ ساتھ رد باطل بھی ضروری تھا جس کمی کو بنات اہلسنت نے پورا کیا اللہ رب العزت آپ کو مزید ہمت اور استقامت عطا فرمائیں۔ ایک تو پروف پر مزید توجہ دی جائے اور دوسرے بنات اہلسنت کو بنات کے مدارس میں متعارف کروایا جائے اور بنات کو اس رسالہ میں لکھنے کی دعوت دی جائے۔ (محمد فاروق نواب، فاضل دار العلوم کبیر والا)

السلام علیکم! میں آپ کے رسالے کی خاموش قاریہ ہوں مگر ''میری ماں ہمیشہ سچ نہیں بولتی'' نے خط لکھنے پر مجبور کر دیا۔ اس کہانی کو پڑھ کر میرے آنسو نکل آئے۔ (افشین، حیدر آباد)

مسافران آخرت

مولانا عبدالمنان اور بھائی عبدالرحیم کے والد گرامی، مولانا عابد جمشید کے خالو جان جناب قاری محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے 79 سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے لال مسجد (الہلال مسجد) چوبرجی، سیالکوٹ اور نارووال کے مختلف علاقوں میں قرآن کریم کی خدمت کی، آپ کی تدریسی زندگی کا دورانیہ چالیس سال سے زیادہ کے عرصہ پر محیط ہے۔ نماز جنازہ میں لاہور اور ملک کے مختلف حصوں سے آپ کے تلامذہ، متعلقین اور محبین نے شرکت کی۔